بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر سوانح حیات امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام

العلی



مصنفہ



نتیجۃ العلماء سید آغا مہدی لکھنوی

یا علیؑ

جمعیت خدام عزا کا چھتیسواں ۳۶ تحفہ

سچ ہے نہیں علیؑ کے فضائل کی انتہا
سب لکھ رہے ہیں کب سے برابر، الگ الگ

یکتا امروہوی

علیؑ

مصنفہ

زبدۃ العلماء مولانا السید آغا مہدی لکھنوی

مصنف موازنۂ حق و باطل، بڑی نانی جان، تفسیر اہلبیت وغیرہ

نشر کردہ

پروفیسر سید زین العابدین بی کام ایم اے

[illegible]

یا من ھو فی قوتہ علیؑ

ماضی گذر چکا اور حال اسلامی اصول سے روشناس کرنے
والی ہستیوں کو یاد نہ کرے تو قومی تہذیب و تمدن و ثقافت
باقی نہیں رہتی سلسلہ ائمہ طاہرین میں سب سے پہلے الرضا ضوء
ہوا اور قبل و بعد کی ہر پیشکش نے وہ مقبولیت حاصل کی کہ الحسنؑ
سے الحجتؑ تک کی جلدیں باقی نہیں جو طالبان حق کی جستجو پر حاضر کی
جائیں الحمد للہ کہ العلی شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے جن
کا ہر صفحہ تشنی مرتبت کی یاد اور ذکر خدا ہے اور ہماری عظمت زیست
کا یہی سامان ہے پروفیسر سید زین العابدین صاحب ایم اے بی کام
وہ بلند ہمت مہاجر ہیں جو اس عظیم مقصد کے بار گراں کو خندہ
جبینی سے اٹھائے ہیں اور سامان طباعت کی روز افزوں گرانی
زنجیر پا نہیں ہوئی اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم ہماری
زندگی کا مسکراتا ہوا حسین منظر یہی ہے کہ سیرت اہل بیتؑ پر عمل
کر کے معاشرہ کو سورج کی کرن سے زیادہ درخشاں اور تابندہ دیکھیں۔

سکریٹری ادارہ

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی لا یبلغ کنه حقیقته برهان وقیاس والصلوة علی من
هو مصباح الهدایة ومقباس سیدنا ونبیّنا ابی القاسم محمد الذی طهره الله بیته
واهلبیته من الادناس والارجاس وعلی اهلبیته الذین لا یحیط بمزایاهم وهو
حواس لاسیّما علی اخیه وصهره الذی هو فی ظلم الجهالة والضلالة نبراس وفی
لجج المبارزة والطعان همّاس اخیامن و ضنائن العلوم والحکم فضائله اساس
ومانی مکارمه عند ذی فهم ریب والتباس البطل الدعاس هو المضیق الانفاس
ذی الشوکة والقوة والباس خیر البشر وخیر الامة وخیر الناس المشرّف بمقالة
انت منّی بمنزلة الراس سیدنا ومولانا امیر المومنین علی الذی لا یحصی مناقبه ولو
کان وجه الارض کقرطاس ولعنة الله علی اعدائهم المارقین الارجاس من
یومنا هذا الی یوم ینصب فیه القسطاس اما بعد

خادم دین آغا مہدی لکھنوی ابن صفوۃ العلماء مولانا سید محمد تقی
آل غفران مآب عرض کرتا ہے کہ شہداء کربلا سلام اللہ علیہم اجمعین
کے انفرادی سوانح حیات مرتب کرنے کے سلسلہ میں بعض دوستوں
کی فرمائش ہوئی کہ سیرت ائمہ اطہار علیہم السلام پر قلم اٹھانے کی

سعادت حاصل کروں خوش نصیبی سے مرقومہ خدمات علمی حلقوں
میں جبکہ حرف آخر قرار پاچکے اس لق و دق وادی سے گذرنا آسان
نہ تھا شکر خالق کہ سیرت نگاری میں وہ پہلو اختیار کئے جو دوسری
کتابوں میں نہ تھے اور عوام کو بتایا کہ وہ حضرات کیا تھے اور انہوں
نے کیا کیا چھوڑا ان کی نشانیاں کہاں ہیں دس کتابچے اسی
شان کے طبع ہوئے اور اولاد و اجداد کے حالات مکمل ہوئے پر ابوالائمہ
کی باری آئی تو منصب عرش سے باتیں کرتا نظر آیا فریضہ توصیف و
مدح میں ملک قاصر پیغمبر متحمل نہ ہونے کے اندیشہ میں جس طرح چاہتے
تھے نہ کہہ سکے وہ خاموش خدا ثنا خواں اس تک جس کی پہنچ ہو وہ
استفاضہ کر سکتا ہے عالم جلیل سید مظہر حسن ابن سید صادق حسین
سہارنپوری شاگرد رشید سرکار ممتاز العلماء جنت مآب رح نے بھرپور خلوص سے
قلم اٹھایا اور تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین لکھ کر آگے بڑھے پھر
سنیوں میں مولوی عبید اللہ مظہر جمال المتخلص بہ لبسمل امرتسری
رجسٹرار کتب خانہ ریاست رامپور نے منقولات کا خزانہ جمع کرکے
ارجح المطالب نام رکھا اور علامہ عبد العلی ہروی طہرانی اعلی اللہ مقامہ
(وفات ۱۳۱۴ھ) کی تقریظ نے ہر شیعہ کو مطالعہ کا مجاز قرار دیا آجکل
کے وہ اہل قلم جن کی ساری پونجی اردو کتابیں ہیں وہ عبید اللہ کو علامہ
اور خدا جانے کیا کیا لمبے چوڑے لقب دیتے ہیں ان کے قریب سے
دیکھنے والے میرے مکرم مخلص جناب حکیم سید محمد صاحب لکھنوی مرحوم

بحور الطبیب و اتالیق ریاست مذکور نے اس کے مذہب بدل دینے کی
خبر دی پھر ۱۵ اپریل ۱۹۳۳ء کے ایک بیان سے واضح ہوا کہ وہ پیری
ہیں مرزائی بن کر قادیان ضلع گورداسپور میں رہتے ہیں بسمل کی
حرکت مذبوحی کا ذکر فاضل اہل قلم آغا عبد علی بیگ قزلباش دہلوی
نے بھی آیات جلی فی شان مولا علی ص ۲۱ طبع دہلی یوسفی پریس
۱۳۳۰ھ میں کیا ہے۔ آخر میں فوق بلگرامی نے چودہ معصوموں پر الگ
الگ کتابیں لکھ کر سیرت معصومین کو بھی کھول کر نشر کیا اس گرد پیش میں
ہر مصنفین بارہ اماموں پر اردو میں سلسلہ وار بحث کر چکے تھے اپنے
سلسلے کو مکمل کرنے کے لیے قلم اٹھایا اور اگر وہ سب مقالات یکجا
کر دیئے جائیں جو میں سیرت مولا پر لکھ چکا ہوں تو ۵۰۰ صفحہ ہو سکتے ہیں
مگر ضعف پیری ہے نہ طاقت ہے نہ اتنا وقت و سرمایہ اس لیے کچھ مقالات
تو شامل کر رہا ہوں اور کتابی صورت دینے میں جابجا اضافہ کرنے تکمیل کا
قصد ہے ناظرین اسلوب نگارش پہچان چکے ہیں اپنی یہ عادت ہے کہ
جس گوشہ پر سب قلم اٹھا چکے ہوں اس کو بھول جانا اور کبھی سرسری بحث
اور جس پہلو پر زندگی کے کسی نے خامہ فرسائی کی ہو اس کی زیادہ سے
زیادہ تشریح اور ان حدود کی تاسیس جن کو رجحانات عصری ڈھونڈتے ہیں
اور تقاضائے وقت جس کی تلاش میں ہے یہ مکمل سوانح حیات نہیں ہے اس کیلئے عمر نوح بھی
کم ہے عصمت کش زندگی کے چند پہلو میں جس میں دشمن کی تخریب کو زیادہ تر سامنے
رکھا ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ والسلام ۲۱ صفر ۱۳۹۴ھ

غیر ممالک میں کتب فضائل و مناقب

چالیس برس ہونے والے ہیں کہ اس خادم دین نے قومی اخبار سرفراز کے رجب نمبر ۱۳۵۶ھ میں ایک مقالہ سپرد قلم کیا تھا "یورپ میں فضائل علیؑ پر کتابیں" یہ مضمون نہ اس وقت سامنے ہے اور نہ یہ قدرت ہے کہ اس جگہ قدیم تاثرات کو دھرا دوں بڑا وسیع عنوان ہے کہ ہندو پاک کے علاوہ عالم اسلام میں کتنے نوادر ہیں جس سے ہم بے خبر ہیں اور یورپ میں کہاں کہاں خزانہ ہیں جن سے لطف اندوز ہونے کو دل چاہتا ہے۔ تلاش اور جستجو میں اگر سب کا پتہ نہ دیا جائے تو کچھ مقدس آثار کی نشان دہی ضروری ہے چنانچہ ـــ

۱۔ کیمبرج یونیورسٹی میں اساس الایمان ایک کتاب ہے فضائل علیؑ میں جو مخطوطات لندن میں نمایاں ہے۔

۲۔ دوسری کتاب جلاء الصدیٰ فی سیرت امام الہدیٰ ہے۔

۳۔ تیسرا نسخہ برٹش میوزیم میں التحفۃ المطالب نام ہے جسمیں فاضل مصنف محمد بن عبداللہ حسینی سمرقندی نے اولاد حضرت عبداللہ ابیطالب کو موضوعؑ

قرار دیا ہے اور علم نسب کا یہ نادر کتبہ جس کو محمد حسین بن عبد الکریم کاتب نے ۲۰ ذی الحجہ ۱۱۷۹ھ میں لکھ کر فراغت حاصل کی صوری اور معنوی خصوصیات سے اس کو عجائب خانہ میں جگہ دی ہے۔

۴۔ چوتھی کتاب النور الجلی فی نبی علیؑ ہے اس کے مصنف علامہ سید فصیح ابن سید صبغۃ اللہ جدوی بغدادی ہیں اور سید امین علی پاشا کی فرمائش سے ترتیب دی گئی ہے ۴۹ صفحات کا یہ خوشنما شاہکار بھی میوزیم کی زینت ہے اس کے صفحات میں بھی وہ علمی حقائق ہوں گے جس سے علم نسب کا ہر ماہر واقف نہیں ہے۔ مشہور سیرت نگار سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی مرحوم نے سراج مبین ص۵۷ میں لکھا ہے کہ فرانس میں مولا کی نصیحتوں کا ایک گراں بہا ذخیرہ موجود ہے۔ چھٹی کتاب ہمصام بن حجاف یمین سے حضرت علیؑ کی جنگ اور دہمان کے سات قلعوں کا فتح کرنا یہ مصر کا مطبوعہ عربی زبان میں وہ نسخہ ہے جو ہم نے نہیں دیکھا۔

(فائدہ) موجودہ لغات سے اگر اس کتاب کی دونوں لفظ حل نہ ہوں تو کہا جائے گا کہ یہ متمردان جن کے قلعہ کی فتح کا تذکرہ ہے۔

ولادت

کیا کہنا اس مقتدر ہستی کا جس کی پیدائش کے لیے خدا کے گھر کی چہار دیواری قدرت کی طرف سے منتخب ہوئی اور ۱۳؍ رجب کو جمعہ کے دن سنہ ۳۰ عام الفیل میں ۲۴ سال ہجرت سے پہلے اور ۱۲ برس بعثت سے پیشتر حجرہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے اور یہ ولادت ایک سمجھے بوجھے منصوبہ کی مضبوط کڑی ہے اللہ کا گھر ہر سختی سے بچنے کی دعا کے لئے خاص ہے مرد اور عورت کسی ایک کو مصیبت پڑنے کے وقت آنے سے روکا نہیں جا سکتا عورت کے لیے بچہ ہونے کی تکلیف وہ سخت مہم ہے جس کے سر ہونے کی عزیز اقربا دعائیں مانگتے ہیں عرب کے تاجدار ابوطالب اولاد کی نعمت سے مالا مال ہیں اور ان کے پرخلوص خدمات کا صلہ کہو یا خدا کی دین بہتر سے بہتر اور عقیل اولاد عطا ہو چکی ہے مگر مزاج قدرت یہ ہے کہ وہ کبھی اوّل کو بے پناہ عزت سے سرفراز کرتا ہے اور کبھی آخر پر نظر رحمت جھکتی ہے آمنہ کا لال اور اکلوتا بیٹا جب مادر گیتی کی آغوش میں پہنچا تو عرب کے بڑے بڑے کاہن، نجوم میں دستگاہ رکھنے والے قیافہ شناس چیخ اٹھے تھے کہ فخر کائنات بچہ ہے جو عبد اللہ کو عطا ہوا مگر یہ بخشش ایزدی ختم نہیں ہوئی حضرت عبداللہ

کے بھائی ابوطالب بھی لاتعداد عزتوں کے پانے والے ہیں ، اور پیشانی میں جو نور تابندہ تھا نہ وہ طالب کی پیدائش پر منتقل ہوا نہ عقیل کی ولادت پر نہ جعفر کے جنم لینے میں چہرے کی چمک بڑھتی جاتی تھی اور ماں باپ دونوں چوتھے فرزند کے انتظار میں تھے اور یقین ہوچکا تھا کہ چھوٹا بچہ کفر و شرک کے کان کاٹے گا بڑی بےچینی اور شوق میں پورے دن گذرے درد زہ ہوا کعبہ کو چھوڑ کر کس کے در پہ جائیں ارادہ تھا کہ آثار شروع ہوئے پر گھر واپس ہوں گی جدار کعبہ شق ہوئی مولود کا واسطہ دینے پر یہ غیر معمولی تزلزل عمارت میں یقین ہوگیا کہ راز الٰہی ہے مشیت نے اندر آنے کی دعوت دی عام عورت ہوتی تو دیوار شق ہونے پر اپنی جان بچانے کے لیئے فرار کرتی اندر داخل ہوئیں اور دیوار برابر ہوئی ابوطالب کے علم میں تھا کہ وہ کعبہ کے اندر ہیں اور تین روز کے ۴۸ گھنٹہ گذرنے پر بنی ہاشم میں کوئی اضطراب تھا نہ بےچینی نہ تفحص کا سامان جب پیدا ہوئے تو سجدہ میں جھکے پھر سر اٹھا کر بقول حافظ رجب برسی اذان واقامت کہی وحدانیت خدا اور رسالت کی گواہی دیتے ہوئے اپنی خلافت اور ولایت کی گواہی دی یہ تو کعبہ کے اندر کا حال تھا پیغمبرؐ کو برآمد ہونے کا حال معلوم ہے ان کو دیوار دوبارہ شق ہونیکا انتظار ہے زمانہ اور زمانیات جس کے تحت اقتدار ہیں وہ الٰہی دستور پر عامل ہے براہیمؑ کی وہ دعا جو کعبہ بسانے کے وقت کی تھی " وارزق اهله من الثمرات " رہنے والوں

کو پانے والے پھل عطا کرو وہ دعا مستجاب تھی فاطمہ بنت اسد کعبہ کے
باہر آئیں پیغمبر خدا استقبال میں بڑھے آنکھ کھول کر پہلے رسولؐ کا چہرہ
دیکھا اور تلاوت کی اجازت چاہی پیغمبرؐ نے حکم دیا پڑھو بارگاہ ایزدی
سے اذن پانے کے بعد آدمؑ کے صحیفے پڑھنا شروع کیے اور اس شان
سے پڑھے کہ اگر شیثؑ موجود ہوتے تو اس بات کا اقرار کرتے کہ علیؑ
مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں پھر نوحؑ کی آسمانی کتابیں اور ابراہیمؑ کے
صحیفے پڑھنا شروع کیے توریت و انجیل بھی پڑھی اور قرآنی آیت
قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون (تک جب تلاوت قرآن
میں) پہنچے کامیاب ہوئے وہ مومنین جو اپنی نماز میں خضوع و خشوع
کرتے ہیں تو رسولؐ نے فرمایا "قد افلحوا اذا انت امامھم" وہ اس وقت
کامیاب ہوں گے جب تم ان کے امام ہو" ثم خاطبہ بہ بما خاطبہ الانبیاء
والاوصیاء" پھر انبیاء اور اوصیاء کی طرح کچھ خطابات کیے اور خاموش
ہوئے اور رسولؐ نے فرمایا "عد الی طفولیتک" اپنی طفولیت بچپنے
کے حدود میں پلٹ جاؤ کئی باتیں قابل غور ہیں اگر فاطمہ بنت اسد
سہ روزہ قیام میں بے آب و دانہ ہوتیں تو اتنی قوت کہاں تھی کہ بچہ
نے ہاتھوں پر تمام صحف انبیاء پڑھے ثابت ہوا کہ جس کی مہمان تھیں اس
نے ضیافت بھی کی دوسری بات یہ ہے کہ صحف انبیاء وہ ہیں جو دار
دنیا میں نازل ہو چکے ہیں اس کا پڑھنا تعجب نہیں قرآن ابھی نازل نہیں ہوا
اس کی تلاوت علیؑ مع القرآن والقرآن مع علیؑ کا ثبوت تیسرے یہ کہ صحف

سماوی کو اگر زیر نظر نہ رکھا جائے تو قرآن کے تیس پارے کم از کم کتنی دیر
میں ایک قاری ختم کرتا ہے یہ کعبہ سے برآمد ہونے اور راہ کی کیفیت
ہے زمانہ ٹھہرا رہا گردش فلک رکی نظام عالم تلاوت کی صدا سننے میں
مشغول ہوا مختصر وقت میں اگر یہ تلاوت صحف تسلیم ہو گئی تو جس کے
وصی ہیں اس نبی کی معراج بھی آنِ واحد میں ماننا پڑے گی زنجیر در
ہلتی رہے بستر کی گرمی دور نہ ہو اور رسول قاب قوسین او ادنیٰ سے
گزر کر واپس ہو جائیں ولادت مولا کے دیگر کوائف اور ثبوت اسلامی
کتابوں کے نام ہماری کتاب علیؑ اور کعبہ میں دیکھو اور شمار کرو۔

در مرتبہ علی نہ چونست و نہ چند در خانہ حق زادہ بجانش سوگند
بے قرینہ یکے خانہ زاد دارد شک نیست کہ باشدش بجا فرزند

سلف سے آج تک کعبہ میں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا اور حضرت عمر تو باعلان
کہتے تھے عجزت النساء ان تلدن مثل علیؑ عورتیں علیؑ کا ایسا بچہ پیدا کرنے
سے عاجز ہیں (اخرجہ الخوارزمی فی المناقب)

معجزاتِ ولادت پیدائش کے پہلے اور بعد جو خلاف عادت امور ظہور
میں آئے ان میں (۱) مادر گرامی کے کعبہ میں
بغرض طواف پہونچنے پر بتوں کا گرنا پیدا ہونے سے پہلے یہ حال تھا
آئندہ کیا ہونے والا ہے (۲) پیغمبر خدا کی تعظیم کو بنت اسد کا اٹھ کھڑا ہونا

۱؎ ینابیع المودۃ صفحہ ۷۵ و مناقب اخطب خوارزم و ارجح المطالب صفحہ ۴۱۶ و مناوی
دہلی جلد ۲۱۔

جعفر اور دوسرا محرم کوئی جوان بنت اسد کو بازو مقام کے بیٹھ جائے اور آمد رسالت پر رونے والوں کو گرا کر تعظیم کریں (۳) کعبہ میں آنکھیں کھولنا ممکن تھا کہ نا واقف سمجھتے بچہ کی بصارت نہیں ہے مگر ریاض الجنان[1] کی تحریر ہے کہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کے دیدار نبوی پر آنکھ کھولی (۴) عراقی اور حلالی بتانے والے سانپ کو کعبہ ہی میں مار ڈالنا جیسا کہ شہاب الدین دولت آبادی کی حکایت علیؑ و کعبہ میں گذری (۵) صحف سماوی کی تلاوت اور شہادتوں کا اقرار (۶) مختصر وقت میں آسمان سے نازل کی ہوئی بڑی بڑی کتابیں پڑھنا معراج نبوی کا نمونہ ہے اور وقت تابع فرمان معلوم ہوتا ہے (۷) فاطمہ بنت اسد کی ایک سہیلی کا محبت کے صحیح جذبہ میں بچہ کو گود میں لے جا کر اپنے عقیدہ کے مطابق بت کی خاک چہرے پر لگانا اور یداللہ کا صنم کو طمانچہ سیرت میں موجود ہے (۸) خواتین عرب کی عادت اور رواج کے مطابق بچہ کو قماط میں باندھ کر جھولے میں چھوڑ کر امور خانہ انجام دینا اور مولا کا قماط کو چاک کر دینا (۹) فاطمہ نے بچہ کی مرضی اور طاقت دیکھ کر گئی قماط میں لپیٹ دیا کہ اب سکون سے طفولیت کے لمحات گذریں گے اور مولود کعبہ نے سب قماط چاک کر کے ماں سے کہا "یا اماہ لا تشدی یدی فانی البصبص ربی" میرے ہاتھ اب نہ باندھے جائیں میں اپنے رب سے مناجات کر رہا ہوں

---

[1] ریاض الجنان فی نیل مشتہی الجنان ص۱۱۶ ج ۲ مولوی اشرف علی بہ بدایوں

یہ پیغام تھا کہ یہ اس جماعت کا امام نہیں ہے جو عبادت میں ہاتھ باندھتے ہیں (۱۰) کلّہ اژدر دو ٹکڑے کرنا بھی شیر خوارگی کا واقعہ ہے جو واقعہ نگار دو طرح بیان کرتے ہیں بعض کا بیان ہے کہ اژدھا جھولے کی طرف چلا اور گھر کو خالی پا کر طفل پر حملہ کیا شاہ مرداں نے ایک ہاتھ سے اس کا گلا گھوٹ دبا او انگلیاں گلوئے اژدر میں دراٰئیں اور عام شہرت یہ ہے کہ دو ٹکڑے کیئے محمد حسین بن عبداللہ شہرائی ارجستانی نے انوار المجالس صہ۵ طبع نجف میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ واقعہ بچہ کی چار ماہ عمر کا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ شب برات، رمضان، عید خالی ۱۳ ذیقعد کے اندر کا واقعہ ہے عربی میں سانپ کو حیّہ کہتے ہیں مولا کا نام حیدر اسی کیطرف اشارہ ہے عالم مذکور کی تحریر کردہ اصل لفظیں یہ ہیں کہ "تادیر یک نیمہ اژدر بدست داشت" بڑی دیر تک اژدر کا آدھا جسم ہاتھ میں لیئے رہے اور مکہ کے چار سو جوانوں نے متحد ہو کر ½ اژدھا اٹھایا یہ بھی حقیقت ہے کہ دونوں ٹکڑے وزن میں برابر تھے

والدین

مولا کے پدر بزرگوار کا نام تو عمران تھا[۱] مگر ابوطالب کی کنیت سے

---

[۱] تذکرہ خواص الامۃ عربی طبع طہران صہ۳ و نزل الابرار بدخشانی صہ۶۲

انہوں نے عظیم شہرت حاصل کی اور نام جاننے والے بہت تھوڑے ہیں۔
وہ رسولِ عربی کے سگے چچا اور پرورش کرنے والے تھے جنکے شغف تربیت
کو تمام اہل مکہ نے دیکھا اور مکہ کا چپہ چپہ ان کی شفقتوں پر گواہ ہے
یتیم بچہ کیلئے ماں باپ کی ضرورت کو وہ ہمدرد انسان پورا کرتا ہے جو
پرورش کی ضرورت کا احساس کرے پیغمبرؐ شفیق دادا کی تربیت میں تھے
مشیت ایزدی نے جب ان کو بھی دنیا سے اٹھایا تو پورا شہر گواہ ہے
کہ ابوطالب نے باپ بن کر اور ان کی رفیق زندگی فاطمہ بنت اسد نے ماں
کے بجائے پروان چڑھایا یہ احسان دنیائے اسلام پر تھا جس کو تسلیم کرنے
اور یاد رکھنے کے بجائے نام نہاد مسلمانوں نے اپنی خود ساختہ لیڈروں کی ابتدا
پر پردہ ڈالنے میں غلط طور پر یہ کہنا شروع کیا وہ تو معاذاللہ ایمان سے
محروم اور حالتِ کفر میں دنیا سے گذرے یہ بہتان عظیم وہ ہے جس کی صفائی
میں قرآن حدیث واقعات مورخین کے اقوال اور اس موضوع پر مستقل
کتابیں اور خود ابوطالب کا دیوان چھپا ہوا موجود ہے مگر دھاندلی ایک حلقہ
میں باقی ہے ہم نے اپنی کتاب زفرات الخاشعین کی ترھویں مجلس میں
اس مسئلہ پر گہری روشنی ڈالی ہے اور کچھ اس تقریر سے اخذ کر کے مزید
تبصرہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے یہ بے عقل طبقہ نہ سمجھا کہ اگر اس کو مخاطب
کر کے ہم کہیں کہ ہمارے ماں باپ کافر تھے تو وہ اپنی توہین سمجھ کر لڑنے پر طیار
ہوگا مگر ان کا رشتۂ اسلام اسقدر کمزور ہے کہ رسولؐ کے بزرگوں کی تحقیر
ہوتی ہے اور کان پر جوں نہیں رینگتی علماء اہل سنت میں ایک بڑا طبقہ

ان کے ایمان کا قائل ہے اور اس سلسلہ میں سید علی ہمدانی مشہور روحانی بزرگ اور صاحب کرامات عالم نے اپنی کتاب مودۃ القربیٰ کی چوتھی مودت میں تئیسویں حدیث جو نقل کی ہے جو یا جو کچھ عرض کیا جاتا ہے اس میں پہلا نمبر ہے

(۱) نزل جبریل علی رسول اللہ فقال ان ربک یقرئک السلام ویقول انی حرمت النار علی صلب انزلک وبطن حملک وحجر کفلک رواہ المسلم فی الجزء الثانی من صحیحہ (ترجمہ) جبریل پیغمبر خدا پر نازل ہوئے اور کہا کہ آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے دوزخ کی آگ کو حرام کر دیا ہے اس صلب پر جس میں آپ کو پہنچایا اور اس شکم پر جس میں آپ رہے ہے اور اس آغوش پر جس میں آپ پلے یہ روایت صحیح مسلم کی دوسری جلد میں ہے۔

اگر صحاح ستہ کو صحیح سمجھتے ہو تو اب نہ کہنا کہ ابوطالب اور آمنہ مسلمان نہ تھیں۔

(۲) اس واضح ترین بیان کی موجودگی میں جو روایات اس طبقہ کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں نہ اگرچہ ایمان نہ لانے پر صریحی دلالت نہیں کرتیں مگر یہ ثابت ہوتا ہے کہ وقت آخر ابوطالب رسولؐ کے فرمانے پر خاموش رہے اور زبان سے کلمہ نہیں پڑھا اول تو یہ روایات متصادم ہیں اس وحی ایزدی سے جو ایمان پر کھلی ہوئی لفظوں میں گواہ ہے اور اگر ان کی خاموشی ہم تسلیم کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ قول اور تحریر میں بڑا فرق ہے اگر کوئی زبان سے نہ کہے تو اس کا لکھا ہوا زیادہ وزن رکھتا ہے چنانچہ یہ حقیقت کسی منکر ایمان نے نہ درج کی ابوطالب کی انگوٹھی کا نقش

تھا۔ رضیت باللہ ربا و بابن اخی محمد نبیا و بابنی علیا لہ وصیا۔ بخدا میں اس پر راضی ہوں کہ میرا رب خدا اور میرا بھتیجا محمدؐ نبی اور فرزند میرا علیؑ اس کا وصی ہے تحریر بمنزلہ دستاویز تھی جس کے بعد زبان ہلانے کی ضرورت نہیں تھی زبان کے الفاظ کو جو لکھا نہ تھا وہ تحریر کو لکھا ہے اس کے علاوہ اُن کے اشعار عرب کے بچہ بچہ کو یاد تھے وہ ادب نواز طبقہ جو نثر سے زیادہ نظم کو دلنشین کرتا ہے ان کے اشعار بھول نہیں سکتا تھا لہٰذا اب اظہار کی ضرورت نہ تھی مشہور ترین شعر جب محمدؐ کی دعا سے پانی برسا اور عرب کا قحط دور ہوا اس وقت ابوطالب نے کہا تھا

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

یطیف بہ الھلاک من آل ہاشم فھم عندہ فی نعمۃ و فواضل

وہ روشن پیشانی جس کے چہرے کی بدولت ابر سے پانی برستا ہے وہ پشت و پناہ ہے یتیموں اور محتاجوں کی ان کے گرد گردش کر رہے ہیں قریب ہلاکت لوگ بنی ہاشم میں سے ان کے احسانات اور نعمتوں سے سرفراز ہیں۔

(۳) ادبار کے اشعار صدیاں گذرتی ہیں اور لوگ نہیں بھولتے ابوطالب نے یہ لاتعداد گواہ اپنے ایمان پر چھوڑے جس سے آج نام نہاد مسلم انکار کرتا ہے تو کاش اس کو یہ خصوصی شرف یا درہتا کہ بقول مورخ یعقوبی دو یار بکری

---

۱ کافی کلینی علیہ الرحمہ ۲ سیرۃ الحلبیہ جلد ا ص ۱۱۱ و صحیح بخاری جلد اص ۱۳۷

پیغمبر خدا کا خدیجہ کبریٰ کے ساتھ عقد ابوطالب ہی نے پڑھا تھا اور جو
نکاح اقرار وحدانیت و رسالت سے معمور تھا اگر وہ غیر مسلم ہوتے تو ان
وکیل عقد ہونا صحیح کب تھا اس خدمت پر پورا عرب گواہ تھا لہذا ابوطالب
کا ایمان لانا قبل ایمان خدیجہ ثابت ہے اور یہ ان سے بھی سابق ہیں ایمان
میں۔

(۴) ہم اپنے مسلک کے ثبوت میں سب سے بڑی دلیل قرآن حکیم
آیت رکھتے ہیں جس میں رب العزت نے پیغمبرؐ سے تخاطب میں فرمایا ہے
"توکل علی العزیز الرحیم الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین"
شعراء ۔ ہمارے مسلک کو فخر الدین رازی نے اپنی تقریر میں حسب ذیل
الفاظ میں بیان کیا ہے: "ان الرافضۃ ذھبوا الی ان آباء النبی صلی اللہ
علیہ وسلم کانوا مومنین وتمسکوا فی ذلک بھذہ الآیۃ وبالخبر اما ھذہ
یحتمل الوجوہ التی ذکرھم ویحتمل ان یکون المراد ان اللہ تعالیٰ نقل روحہ
من ساجد الی ساجد کما تقولہ نحن واذا احتمل ـــــ واما الخبر بقولہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام لم ازل انقل اصلاب الطاہرین الی ارحام الطاہرات وکلما
کان کافر فھو نجس لقولہ تعالیٰ انما المشرکون نجس۔

حاصل مضمون } رافضیوں کا ذھن یہاں تک پہنچا ہے کہ نبیؐ خدا کے
باپ دادا، پردادا سب کے سب مومن تھے۔ اس رائے میں وہ ایک آیت

لہ مفاتیح الغیب تفسیر رازی ج ۶ صفحہ ۳۹۵ مصر طبع ۱۳۲۲ھ ؎ ینابیع المودۃ صفحہ

اور ایک حدیث کا سہارا لیتے ہیں اب رہی وہ آیت جو وہ دلیل قرار دیتے ہیں تقلبک فی الساجدین ہے خدا فرماتا ہے کہ تمہارے نور کو سجدہ کرنے والوں میں پلٹاتا رہا وہ یہ کہتے ہیں کہ خدا نے آنحضرتؐ کی روح کو ایک سجدہ کرنے والے کے بعد دوسرے سجدہ کرنے والوں کے صلب میں بھیجا یا اور جس حدیث سے رافضہ نے تمسک کیا ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہمیشہ میں پاکیزہ صلبوں سے طاہر رحموں میں منتقل ہوتا رہا اور جو کافر ہے وہ نجس ہے جیسا کہ خدا کہتا ہے مشرکین نجس ہیں۔

ہمارے قول کو نقل کر کے وہ کچھ جواب نہیں دے سکے بجز اسلاف کی کورانہ تقلید کے اور یہ مطلب نہج البلاغہ میں بھی موجود ہے جس کی صحت و اسناد سورج کی روشنی سے زیادہ واضح ہے شیخ سلیمان بلخی نقشبندی مفتی اعظم قسطنطنیہ کہتے ہیں[۱] فی نہج البلاغہ قال علی کرم اللہ وجہہ فی خطبہ فی صفۃ اباء النبیؐ فاستودعھم فی افضل مستودع واقرھم فی خیر مستقر تناسختھم کرائم الاصلاب الی مطہرات الارحام، نہج البلاغہ میں علی کرم اللہ وجہہ نے پیغمبر خدا کے سلسلہ میں کہا ان کو ودیعت کیا بہترین ودیعت گاہ میں اور ٹھہرایا بہترین قرار کی جگہ اور روح نبوی کو بزرگ ترین صلبوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل کیا۔

یہ وہ ثبوت ہیں جن کے بعد زاغ ذاتی سنی نہیں جا سکتی وہ

---

[۱] ینابیع المودۃ ص۱۰

اس سلسلہ میں بڑی ہمت سے ایک آیت ہی پیش کرتے ہیں انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء پ ۲۰۔۹ اور اس سے ابوطالب کو مراد لیتے ہیں حالانکہ مولانا سید ظفر مہدی صاحب مدیر سہیل یمن مرحوم و مغفور نے اس آیہ کو اسباب النزول الواجد بن شبہ سے حارث بن نوفل بن عبد مناف کی شان میں بتایا ہے اور یہی صحیح ہے تمہارا یہ کہنا ۱۹ پارہ کی آیت سے ٹکراتا ہے وہ صرف تخاطب ہے اور تمہارا نکتہ ذہنی تصور ہے عربی نص کو چھوڑ کر تمہارے تخیل کو ہم کیوں اختیار کریں تم جتنی روایتیں پیش کرو گے وہ سب روایات کی حد میں ہیں اور مصر و حجاز کا چھپا ہوا دیوان درایت ہے ہجرت سے پہلے ابوطالب اور خدیجہ کا ایک ہی سال میں انتقال ہوا اور سرکار دو عالم نے اس سال کا نام عام الحزن رکھا دیکھو (۱) ارجح المطالب ص ۲۷ (۲) محسن اعظم و محسنین ص ۳۶ وحید الدین معاصر (۳) اسعاف الراغبین شیخ محمد صبان ص ۸ طبع طہران (۴) مقالات ہاشمی ص ۱۸۔ ہمارے علماء امامیہ کا یہ ارشاد ہے کہ وہ جناب سردار بطحا اور شیخ قریش رئیس مکہ اور حضرت عیسیٰ بن مریم کے اوصیاء میں تھے زمین کو حجت سے خالی نہ رہنا چاہیئے اس لئے اثبات ایمان کی ضرورت نہیں۔

فائدہ: انقلابی دنیا کے اہل قلم اب رسول خدا کا پرورش کرنے والا زبیر بن عبد المطلب کو بتاتے ہیں ؎ العجب ثم العجب۔ میرے مرحوم فرزند

؎ المختصر فی تقویم خیر البشر ص ۵ کاش برنی

فقیہہ سید محمد ہادی نے ایمان ابوطالب کی بحث میں ابن ابی الحدید معتزلی کے یہ اشعار نقل کیئے ہیں ؎

ولولا ابوطالب وابنہ لما مثل الدین شخصاً وقاما
فذاک بمکۃ آوی احامی وھذا بیثرب جس الحماما
وماضر مجد ابی طالب جھول لغا او بصیر تعامی کما لایضر بایا الصباح
من ظن ضوء النھار الظلاما۔ مراد یہ ہے کہ ابوطالب اور ان کا

فرزند نہ ہوتا تو دین اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوتا۔ پدر نے مکہ میں پناہ دی اور مدد کی اور پسر نے مدینہ میں حمایت کی ہماری جہالت ان کی شخصیت کو نقصان پہونچا نہیں سکتی جس طرح تاریکی دن کی روشنی کو ضرر پہنچاتی نہیں۔ شرح نہج البلاغہ ج ۳ ص ۳۱۸

ناموں کی کثرت اور بیشمار لقب

اگر خالق کے کثرت اسماء سے ہم قطع نظر کرتے ہیں تو مخلوق میں جو عقل وفہم سے خالی ہیں جنگل کے شیر کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے پانچ سو نام ہیں دلیری اور بہادری کا یہ نتیجہ ہے کہ جانوروں میں کسی حیوان کے اتنے نام نہیں تو پھر جو نوع بشر میں سب سے افضل وبہتر ہو بلکہ سبب خلقت کائنات ہو اس کے کتنے نام ہوں گے یہ تخمینہ ہمارے تصور سے اونچا ہے سیرت نگاروں نے اس باب میں مستقل عنوان قرار دیئے ہیں مگر سچ ہے یہ کہ کوئی اسماء مولا کا احاطہ نہیں کرسکا

ہم صرف ان ناموں میں زیادہ سے زیادہ نام سپرد قلم کرتے ہیں اس عذر کے ساتھ کہ اس فہرست کو حرف آخر نہ سمجھو۔

اسد اللہ۔ باب اللہ۔ اذن اللہ۔ اذان اللہ۔ حجۃ اللہ۔ حبل اللہ۔ حبیب اللہ۔ خلیفۃ اللہ۔ جنب اللہ۔ رحمۃ اللہ۔ صفوۃ اللہ۔ سیف اللہ۔ صراط اللہ۔ کلمۃ اللہ۔ قلب اللہ۔ عین اللہ۔ لسان اللہ۔ نفس اللہ۔ ید اللہ۔ ولی اللہ۔ وجہ اللہ۔ صاحب اللواء۔ امام الاولیاء۔ صفوۃ الصفا۔ غیاث الشاہ۔ وارث الانبیاء۔ موضح القضایا۔ مستودع الوصایا۔ ایلیا۔ امام مبین۔ قالع الباب۔ مفرق الاحزاب۔ دلیل السموات۔ انیس المستجات۔ مفتاح الغیوب۔ مصباح القلوب۔ مطلوب کل طالب۔ لیث بنی غالب۔ سید العرب۔ مفرج الکرب۔ مزن السحائب۔ نور الغیاہب۔ مفرج الکربات۔ صاحب الرایات۔ سریر الخفیات۔ جامع الآیات۔ ہو اشتات۔ حافظ الکلمات۔ مخاطب الاموات۔ حلال مشکلات۔ مزیل الشبہات۔ صنیعۃ الغزوات۔ صاحب المعجزات۔ فلک النجم۔ حجۃ الحج۔ امام البررۃ۔ امیر البررہ۔ قاتل الفجرہ۔ منصور من نصرہ۔ مخذول من خذلہ۔ مبید الکفرۃ۔ مبیر البسالہ۔ قتال عین الفتنہ۔ امام الانس والجنہ۔ مفتاح الجنۃ۔ قسیم النار والجنہ۔ دیان الامہ۔ خیر البریۃ۔ صاحب الرایہ۔ حیدرہ۔ الصفی الامین۔ الشفیع۔ مدینۃ الھدی۔ شدید القوی۔ کاشف الردی۔ بعید المدی۔ عصمۃ الوری۔ قاتل من بغی۔ فتی۔ ذکی المرتجی۔ رایۃ الھدی۔ العروۃ الوثقیٰ۔ المرتضیٰ۔ مثیل عیسیٰ۔ ادریا الزبور۔ حجاب الغفور۔

یت المعمور - قطب الدیجور - الفارس الکرار - وارث المختار - تطہیر الاطہار
قاب للکفور - مشکوۃ النور - تجنۃ الامور - زہرۃ النور - بصیر البصائر -
خیرۃ الذخائر - الصادق الطاہر - جنبۃ الخلد - بیضۃ البلد - الصدیق الاکبر
لغنی الافخر - خیر البشر - امام المحشر - ساقی الکوثر - زر الارض - رب الارض
شفیع المشفع فی المحشر - صمصام الجہاد - العہد المعہود - زین العابدین الزاہد
شہید - الشاہد - الراکع الساجد - ذو القرنین - ذو البرقہ - فارس الحجاز
صاحب ذوالفقار - دلدل سوار - الساقی العطاش - النائم علی الفراش
غۃ لایلاف - معدن الالطاف - محض العفاف - صواب الخلاف -
جل الاعراف - قائد الاملاک - سمندل الافلاک - خلیل جبرئیل - صفی
کائیل - الزمام الاطول - محکم المفصل - امیر النحل - محقق الحقائق
دل التاویل - مفسر الانجیل - ادام الغلیل شفاء العلیل - سوال المسائل
تۃ الوسائل - القرم - القصم - اخ الرسول - زوج البتول - خاصف
نعل - النبأ العظیم - قرآن ناطق - المنون والقلم - فاروق الظلم -
جۃ العلم - انیس الہوام - عمود الاسلام - لیث الزحام - کاسر الاصنام
صباح الظلام - وارث العلوم - ہیولی النجوم - الصراط المستقیم - العلی الحکیم
ار الایمان - حافظ القرآن - بتیان الایمان - شاطر النیران - المیزان
سیم الجنان - مکلم الثعبان - حاطم الاوثان - ثعبان الکلیم - حقیقۃ الاربان
ن الاعیان - غرۃ الاقران - مذل الثعبان - فارس الفرسان - جلیل الاذان
فۃ المومن - ذخیرۃ المحبین - قاتل الجن - صاحب الاذان - الغائب بالیقین

الطاعن بالرمحین ۔ صاحب بدر و حنین ۔ خاتم الوصیین ۔ خیر الوصیین صالح المومنین ۔ امام المتقین ۔ قائد الغر المحجلین ۔ اوّل الصدیقین سید الصادقین سید المسلمین ۔ سید المومنین ۔ ولی المتقین ۔ یعسوب الدین یعسوب المومنین ۔ الدرع الحصین ۔ الانزع البطین ۔ قاتل الناکثین والقاسطین والمارقین ۔ الجوهر الثمینۃ ۔ باب المدینۃ ۔ واضع الشریعۃ ۔ حافظ الطریقۃ موضح الحقیقۃ ۔ مطبعۃ الولیۃ ۔ باب الحطۃ ۔ الساقی ۔ الفاروق الھادی ۔ المھتدی ۔

عرب کی تہذیب سخن اور آداب کلام یہ ہیں کہ وہ نام نہیں لیتے کنیت سے اپنے ممدوح کو یاد کرتے ہیں اور کنیت ہیں کبھی اولاد کا ذکر کبھی خصوصی صفات کی یاد تازہ ہوتی ہے مولا کی کنیت ہیں ۔ ابو الحسن اور ابو تراب تو مشہور ترین کنیت ہے مگر ابو الحسین ، ابو الحسنین ابو شبیر و شبر ۔ ابو السبطین ۔ ابو الریحانتین ۔ ابو محمد ۔ ابو الائمہ ابو الائمۃ ۔ ابو العباس ۔ ابو زینب بھی ہے ۔

اطلاع سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسماء مذکور فرطاس ہوئے وہ کہاں سے حاصل کئے ایک حصہ تو سیرت کی عام کتابوں میں مع وجہ تسمیہ اور ثبوت پایا جاتا ہے اور باقی حضرت کے افتخار خطبہ سے ماخوذ ہیں جو شہاب الدین دولت آبادی کی عربی کتاب توضیح الدلائل میں موجود ہے اور اس سے صاحب عبقات الانوار نے حدیث مدینہ میں عبد العزیز دہلوی کے خلاف استدلال کیا اور مصنف کے بلند پایہ

ثابت کرنے میں صفحے کے صفحہ سیاہ کیے ہیں بلاغ المبین کے فاضل مصنف نے ترجمہ کے ساتھ اس کو اپنایا اور اردو داں عوام کے سامنے قبل ازیں کتاب مذکور میں آچکا اس میں سے کچھ اسماء طبائع پر بار اور غلو معلوم ہوں گے خصوصاً اس وقت جبکہ محدث اعلیٰ حضرت سید العلماء نے حدیقۂ سلطانیہ میں خطبۃ البیان کو غیر معتبر قرار دیا ہے اور یہی مسلک ہمارے محققین اور ذمہ دار ہستیوں کا ہے چنانچہ میں نے جب حضرت ناصر الملۃ اعلی اللہ مقامہ سے خطبہ مذکور کے ایک فقرہ انا الذی دعوت الشمس والقمر فاجابانی — میں وہ ہوں جس نے سورج اور چاند کو پکارا اور دونوں نے جواب دیئے۔ بابتاب کا جواب معلوم کرنا چاہا تو وہ خطبہ کو ضعیف قرار دیکر خاموش رہے خطبہ افتخاریہ اور خطبۃ البیان دو علیحدہ کلام ہیں موخر الذکر کو صالح کشفی ترمذی نے فارسی مناقب میں نقل کیا ہے پھر بھی مرقومہ بالا اسماء میں بعض تشریح طلب ہیں لہٰذا جن ناموں کو تفصیل سے سمجھنا ہے وہ نمبروار یہ ہیں۔

آدمِ اول لسان الواعظین کے فاضل مصنف نے حضرت امیرؑ کا یہ ارشاد بھی صدر کتاب میں نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا انا ادم الاول میں پہلا آدم ہوں ص ۱۴ اس دعوی کے کیا معنی ہیں یہ ایک معرکہ آرا بحث ہے جس کی تعلیقات پر علماء اہل سنت میں پچیس برس تک مباحثہ ہوتا رہا اور خامہ فرسائی نے طول کھینچا کاش اس مجادلہ پر جو کتابیں سپرد قلم ہوئیں وہ سامنے ہوتیں مرقومہ بالا

لقب پر تبصرہ کرنے میں ہمیں پہلے حدیث ابن عباس دیکھنا ہے ان سے
روایت کے الفاظ یہ ہیں فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم حدیث اگرچہ
شیعی کتب میں مجھے ابھی تک نہیں ملی علماء سنت و جماعت کا ذخیرہ ہے۱؎ عبداللہ
بن عباس کہتے تھے کہ ہر زمین پر تمہارے آدمؑ ایسے آدم اور نوح ایسے
پیغامبر گزرے ہیں۔ قرآن کی تصریح سے سات زمینوں کا وجود ثابت
ہے وہ کہاں اور کس طرح ہیں ان جزئیات کی تصریح اشکال سے خالی
نہیں، روایت حسن بن خالد میں تو ہر زمین کو اپنے آسمان کی تحت میں مثال
دے کر سمجھایا گیا ہے اور کف دست مبارک۲؎ پر دوسرے ہاتھ کو رکھ کر
فرمایا کہ یہ زمین دنیا اور اوپر آسمان کا قبہ ہے اسی طرح اس سے بلند
زمین دوم اور اس پر فلک دوم مثل قبہ ہے لیکن وہ احادیث جن میں
موجودہ ارض و سماء کے علاوہ کچھ اراضی کا تذکرہ ہے وہ نظر انداز نہیں
کی جا سکتی اور ان احادیث کی روشنی میں جب حضرت علیؑ کے ارشاد
کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جتنے مخلوق بصورت آدمؑ خلق ہوئے
ان میں آپ کو اولیت حاصل اور آپ سب پر سابق ہیں اور یہ تقریر
حدیث متفق علیہ بین الفریقین اول ما خلق اللہ نوری سے ماخوذ
ہے اور دوسرے احادیث سے بھی تائید ہوتی ہے حضرت آدمؑ نے

۱؎ تذکرۂ علماء ہند مولوی رحمٰن علی طبع کراچی ص۱۳۴ مولوی محمد حسن نانوتوی
ص۵ و ہم و طبع کراچی ۲؎ مجمع البحرین بحوالہ تفسیر عیاشی۔

جب خمسۂ نجبا کے پیکر عالمِ انوار میں دیکھے تو حیرت سے پوچھا تھا کہ مجھ سے پہلے بھی میری صورت پر کیا کوئی خلق ہوا ہے؛ قدرت نے جواب دیا کہ یہ تمہاری نسل ہی میں ہیں لولاھم ما خلقتک یہ نہ ہوتے تو میں تمہیں خلق نہ کرتا لہٰذا معلوم ہوا کہ مولا کا فرمانا انا آدم الاوّل صحیح ہے اس لئے شاعر نے کہا تھا ع خلقت علیؑ ولی کی ہے آدم سے پیشتر۔

(۲) **اوریا در زبور** یہ عہد حضرت داؤدؑ کا ایک سپاہی تھا جس کو لڑائی پر اس لئے بھیجا گیا کہ وہ قتل ہو اور اس کی خوبصورت بی بی سے نکاح کیا جائے۔ زبور اور دوسری نام ہائے آسمانی کتابوں میں تھوڑے تفاوت سے یہ واقعہ شہرت پا چکا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس زمانہ کی شریعت میں خواستگاری کے بعد دوسرے مرد پر پیام دینا روا نہ تھا اور منگیتر کی وہی حیثیت تھی[۲] جو منکوحہ کی ہوتی ہے لیکن حاشا و کلا اس واقعہ میں حضرت داؤدؑ کا ہاتھ نہ تھا۔ اگر حضرت امیرؑ نے یہ فرمایا کہ میں اوریاء زبور ہوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح وہ مرکز اختلاف اسی طرح میں گوناگوں عقاید کی آماجگاہ ہوں ایک گھٹا کر چوتھا درجہ دیتا ہے۔ دوسرا بڑھا کر خدا کہتا ہے اور قدرِ مشترک جو چیز ہے وہ یہ کہ اس کی موت کا سبب بی بی قرار پائی اور ضربت ابن ملجم قطامہ

---

۱ ارجح المطالب بحوالہ خصائص نطنزی ص ۳۷۲ ۲ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۹۵ مصر و کشف الغمہ عبد الوہاب شعرانی ص ۵۸ طبع مصر۔

ملعونہ کی حصولیابی کے لیئے آپ کے سر پر واقع ہوئی اور عورت کے سبب شہادت ہوئی تاریخ گواہ ہے کہ قطامہ خاندان ابوسفیاں کی عورت ہے یہ معانی تو اس وقت تھے جب ا - و - ر - ی - اجب اوریا قرار دیا جائے لیکن قوی امکان ہے کہ واؤ کتابت کی غلطی اور زیادتی ہے نام نامی جو زبان پر جاری ہوا وہ اریا ہے بالفتح و کسر حرف راء و یاء مشدد تائید میں یہ عبارت ہے سید علی نقی حائری نور سوئم میں اپنی کتاب کے کہتے ہیں از کتاب الانوار نقل شدہ کہ در توریت اسمش ایلیا و در زبور اریا و در انجیل بریا و در قرآن علیا (نور الاخبار ص۹۱ طبع بمبئی)

کتاب انوار سے نقل ہوا ہے کہ حضرت علیؑ کا نام توریت میں ایلیا زبور میں اریا اور انجیل میں بریا اور قرآن میں علیا ہے

ثعبان کلیم(۳) میں ہوں موسیٰ کا اژدھا۔ اس دعوے کے معنی یہ ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے فرعون پر فتوحات محمدؐ و آل محمدؐ کے وسیلہ قرار دینے پر تھے اور ان کی کامیابی محبت و مودت آل پر موقوف تھی لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے کہ میں اژدر موسیٰؑ ہوں مثال اس کی یہ ہے کہ امام زین العابدینؑ نے پیغمبر خدا کو زمزم اور صفا اور مکہ و منیٰ سے یاد کیا ہے وقار شعائر اللہ آنحضرت سے ہے اس لیئے وہ مجازاً تعبیر کیے گئے۔

سمندل الافلاک سمندل ایک پرند ہے جس پر آگ اثر نہیں کرتی اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں وہ آسمانی مخلوق ہوں جس پر آتش کا اثر نہیں پڑتا اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اور

ان کے دل وجان سے دوستدار آتش جہنم سے محفوظ ہیں ان پر دوزخ کی آنچ اثر نہ کرے گی، اس کا ثبوت حضرت ابراہیم پر نمرود کی آگ کا گل ہونا وہ قرآنی حقیقت ہے جس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں اور ہارون مکی کا بحکم امام تنور میں داخلہ وہ تاریخی سرگزشت ہے جس سے دنیا واقف ہے یہ فعل آگ پر ماتم کے جواز میں صحت مند اور توانا دلیل ہے غیر مسلم مملکت برما سے یہ ماتم شروع ہو کر لکھنؤ اور پھر بھارت و پاک کے چپہ چپہ میں پہنچا اور خلق خدا بچشم خود دیکھتی ہے کہ آگ کا اثر سلب ہے۔

زید (۵) روضۃ الشہدا میں ملا حسین واعظ کاشفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب جناب امیرؑ تولد ہوئے ابوطالب مہد کے پاس دیکھنے کو تشریف لائے بی بی سے پوچھا کیا نام رکھا ہے انہوں نے جواب دیا میں نے ان کا نام اپنے والد کے نام پر اسد رکھا ہے ابوطالب نے کہا ان کا نام ہمارے جد اعلیٰ جامع قبائل عرب قصی کے نام پر زید رکھنا چاہیے" (ارجح المطالب ص۱۱)

باپ کی مرضی سے زید اور ماں کے ارادے سے اسد نام ہونے کے معنے یہ ہیں کہ ان ناموں کو وہ عظیم شہرت حاصل ہوئی کہ ان کے مقابل میں کوئی نام مقبول نہ ہوا نانا کا نام اسد تھا تو ذات کی معرفت جب حدود عرب سے تجاوز کرتی ہوئی عجم پہنچی تو شیر خدا۔ شیر یزداں سے پکارے گئے یہ ننھیال کے برکات تھے ددھیال کو اور زیادہ حق حاصل تھا کہ اس کی تجویز قبولیت کا جامہ پہنتی مگر اوصاف ذاتی اس قدر

لامحدود اور خصائص بے شمار تھے کہ ولادت کے بعد صحف انبیا پڑھے تو نام ہوا امام مبین ۔ کلمۂ اژدر چیرا تو کہنے والوں نے حیدر کہا طفولیت میں عرب کے تگڑے جوانوں کو پیغمبرؐ کی ایذا رسانی پر پٹک دینے اور اُن کی ہڈیاں توڑ دینے پر نام قصم ہوا جو غزوۂ احد میں دشمن نے بنایا زید سہ حرفی لفظ دبا رہی تھی فضائل کے بوجھ میں قدرت کو منظور ہوا کہ باپ کے پرخلوص اقدام کو گمنامی کی زد سے بچایا جائے اور مشیت نے اس وقت پلٹا کھایا جب مولا کے شاگرد ابو الاسود دوئلی ان کے حکم سے علم نحو وضع کرنے بیٹھے تو بے ساختہ مثال دی ضَرَبَ زیدٌ عمراً زید نے عمر کو مارا مختصر تمثیل میں پوری حیات محفوظ ہوگئی کبھی خندق کی یاد ہوئی اور ظاہر ہیں سمجھے کہ غزوۂ احزاب کی منظر کشی ہے مولا کس پیکر کفر کو پچھاڑ رہے ہیں جو ہزار سواروں کے برابر تھا اور ارباب باطن نے جب سنا ضرب زید عمراً تو ذہن پہنچا کہ حکومت نے جب کسی مسئلہ میں غلطی کی اور ٹوکنے پر کہا کہ آپ نہ ہوتے تو وہ شخص ہلاک ہو جاتا وقار پر ضرب ۔ اقتدار پر ضرب ۔ سطوت باطل پر ضرب شامل ہے ۔

علیٌ حکیم مولائے کائنات کا سب سے زیادہ مشہور نام علیؑ ہے جس کے معنی بلندی کے ہیں اور حروف اصلی وہی ہیں جو خدا کے نام میں ہیں یہ درجہ مشتق ہونے سے بڑا ہے آیۃ الکرسی میں خلاق عالم کے لئے العلی العظیم ہے اور عبد و معبود میں وہ رابطہ ہے کہ وہ بھی علی یہ بھی علیؑ اگر کوئی یا علی کہے تو ہمیں سمجھنے کا حق نہیں کہ یہ خدا کو پکارتا ہے

یا خلیفۂ خدا کو اس لئے نیت اور ضمیر کو ہم نہیں دریافت کر سکتے عنوان
سخن میں "علی حکیم" ہے جو قرآن مجید کے سورۂ زخرف سے استخراج کیا
گیا ہے اور متن قرآن یہ ہے۔ وانہ فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم
شاہ رفیع الدین دہلوی ترجمہ کرتے ہیں اور تحقیق کہ وہ بیچ لوح محفوظ کے
ہمارے نزدیک بلند قدر حکمت بھرا ہے۔" اس ترجمہ کو جو عموماً کتاب خدا
کا اردو میں ترجمہ کرنے والوں نے اختیار کیا آپ ہمارے بہت بڑے
عالم علامہ سید محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ کے الفاظ میں مع شئی زاید ملاحظہ
کریں۔

(۱) در احادیث بسیار بروایت ابن ماهیار و دیگران از حضرت
صادق و امام رضا علیہم السلام وارد شده است در تفسیر این آیه وانہ
فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم کہ اکثر مفسران گفته کہ مراد آنست کہ بدرستیکہ
قرآن در لوح محفوظ نزد ما محفوظ است از تغیر و بلند مرتبه است در میان
کتاب ہائے آسمان و حکیم است یعنی مشتمل است بر حکمتہا یا محکم است و
منسوخ نمی گردد و تفسیر خود فرمودند کہ مراد آنست کہ حضرت امیر المومنین
علیہ السلام در سورۂ حمد کہ ام الکتاب است مذکور است و حکیم و دانا
است و این مبنی برین است کہ صراط المستقیم حضرت امیر المومنین علیہ السلام
است در راہ ولایت و متابعت او چنانچہ منقولست کہ ازاد حضرت امام رضا علیہ السلام
پرسیدند کہ در ام الکتاب ذکر علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام شده است، فرمود
در اھدنا الصراط المستقیم کہ علیؑ صراط المستقیم است و در دعائے ندبہ

غدیر وارد شدہ است کہ شہادت می دہم کہ علی علیہ السلام امام ہدایت کنندہ است و امیر مناست کہ او را در کتاب خود ذکر کردہ بدرستیکہ گفتہ وانہ فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم (حیات القلوب جلد سوم ص ۹۹ طبع نولکشور ۱۸۷۶ء)

(۲) ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے قرآن اور اہل بیت کی مساوات میں اور حافظ رجب برسی رحمہ اللہ رسولؐ اور وصی رسولؐ کی مساوات میں فرمایا ہے کہ پیغمبر خدا کی شان میں حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم اور علی کے بارے میں وانہ فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم (مراد یہ ہے کہ خدا کے دو خصوصی نام نبی کی صفت قرار دیئے تھے تو اسی طرح خدا کے دوسرے نام علی کا وصف قرار پائے اس مطلب پر برسیؒ کی تقریر یہ ہے۔ فھو الحاکم الحکیم لان الحلو ھو العلم فھو العالی علی العباد والحاکم یوم التناد لان کل حاکم عال من غیر عکس فھو حاکم یوم الدین ومالک یوم الدین (ص ۹۵ مخطوطات مکتبۂ ممتاز العلماء لکھنؤ) تو اب وہ جناب حاکم اور حکیم ہوئے اس لیئے کہ علو علم کو کہتے ہیں اور عالم اپنے علم کی وجہ سے سب بندوں پر بلند ہے اور حکومت کا سزاوار ہو گا جس دن ندائیں دی جائیں گی دلیل دعوی پر یہ ہے کہ ہر حاکم بلند مرتبہ ہوتا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ جو بڑا ہو وہ حاکم قرار دیدیا جائے تو اب وہ حضرت روز قیامت کے حاکم اور مالک ٹھہرتے ہیں

(۳) مجلسیؒ نے جس دعا کا حوالہ دیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں

اشهد ۱؎ انہ الامام الهادی الرشید امیرالمومنین الذی ذکرتہ فی
کتابک وقولک الحق وانک قلت وانہ فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم
گواہی میدہم کہ اوست امام راہنمائے راہبر امیر مومناں آنکہ ذکر کردی
او را در کتاب خود و قول تو راست است بدرستیکہ تو گفتی و بدرستیکہ
در لوح محفوظ نزد ما ہر آئینہ بلند مرتبہ صاحب حکمت است۔

(۴) تحفۃ الزائر دوسری بلند پایہ کتاب کی ایک زیارت میں بھی حضرت
امیر سے خطاب کرتے ہوئے یہی لب و لہجہ موجود ہے۔ السلام علی صاحب
الدلالات والآیات الباہرات والمعجزات القاہرات والمنجی
من الہلکات الذی ذکرہ اللہ فی محکم الآیات فقال تعالیٰ وانہ
فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم سلام خدا ہو اس ذات پر جو اچھی کھلی
کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور جس کی فضیلت کی نشانیاں چمکتی ہوئی ہیں
اور جس کے معجزے سر تسلیم خم کراتے ہیں اور جو ہلاکت سے نجات دلا دیتا
ہے اور جس کا ذکر خداوند عالم نے اپنی کتاب محکم میں اس طرح کیا ہے
کہ وہ علی و حکیم ہے۔

(۵) خاتونِ قیامت کی کنیز خاص فضہ نے جب خاموشی اختیار کی اور
برسہا برس قرآن کے سوا کوئی بات نہ کی حج کے راستہ میں نامحرم کے
ساتھ ہو جانے سے ایک آیت پڑھ کر نفی میں جواب دیا صاحب اولاد ہونے

۱؎ زاد المعاد ص۳۶۱ طبع سلطانی لکھنؤ

کے استفسار پر وہ آیاتِ قرآن پڑھے جن میں ان کے بیٹوں کے ناموں
کی طرف راہنمائی تھی اور آخر میں جب ان کے ناقہ بدلنے پر غیبی تعاون
ہوا تو آنے والے کا نام بتانے کے سلسلہ میں واقعہ لگا، اور راہگیر حیرت
زدہ ہو گئے جب مسافر خاتون سے کہا گیا قولی بحق محمد نلک الزھرا رمن
النبی حملک آپ کو اپنی شاہزادی فاطمہ زہرا کا واسطہ بتائیں کہ کس نے
آپ کو سوار کیا اس وقت جواب میں فضہ نے یہی آیت پڑھی وانہ فی
امّ الکتاب لدینا لعلی حکیم صدر الاسلام کے قصائد اور اشعار عرب
بھی اس مطلب کو حد الیقین کے ساتھ نظم کر چکے ہیں مجلسی علیہ الرحمہ
کی شخصیت اور ان کی وسعت مطالعہ محتاج تعارف نہیں ہے ان کے
قلم مبارک سے احادیث بسیار کی لفظ ظاہر کرتی ہے کہ فضیلت
متواتر ہے صدوق علیہ الرحمہ[1] ابن شہر آشوب ملا محسن کاشانی سید
ہاشم بحرینی حافظ رجب برسی ایسی مجلیل فرد یا شاہد عدل ہیں اور
ان حضرات میں کسی ایک کو بھی شک نہ تھا نصوص ائمہ طاہرین کی موجودگی
یقین کا اساس ہے ان حضرات کی علمی جدوجہد کے بعد لقب دو پہر
کے سورج کی طرح چمکتا ہے

میری مسرت کی حد نہ رہی جب نجف اشرف میں سمت قبلہ
کی طرف جو دروازہ ہے اس پر یہ شعر نظر آیا ؎

---

[1] معانی الاخبار

خوندہ رواق تو بعرش عظیم　　　　ان لدینا لعلیٌ حکیم

نام نامی پر ایک معمہ دنیائے اسلام میں مولوی عبدالرحمٰن جامی کا نام تعارف کا محتاج نہیں ہے سیرت نگار ان کی سوانح حیات میں لکھتے چلے آرہے ہیں کہ۔ اور درفن معمہ دخلے تمام داشت ثبوت میں ایک شعر ملاحظہ ہو۔

چشم بکشا زلف لشکن جانِ من　　　　بہر تسکین دل بریانِ من

شرح معما از چشم باعتبار ترادف عین و از بکشا بعمل ترادف مراد از امر فتح دادن عین و از زلف بہ اعتبار تشبیہہ لام مستفاد است لشکن بعمل ترادوف امر بکسر دادن لام است و تسکین دل بریاں عبارت از سکون تحتانیست دریں صورت اسم علیؑ منجلی گردد۔

قدیم طرز کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ کو عربی میں عین کہتے ہیں جس سے پہلا حرف ع ہاتھ آیا اور لفظ زلف کے ٹکڑے کرنے پر ل حاصل ہوا اور بریاں کی بنچ حرفی لفظ کے اوّل و آخر کے حروف حذف کیے تو ی باقی رہا یہ دل ہے لفظ کا تینوں حرفوں سے علیؑ کی لفظ تیار ہوگئی جامی اور سعدی جیسے ادب نواز تھے کہ مدح اہل بیت میں چھپ چھپ کر حصہ لیتے تھے اور ان کا گردو پیش آزادیٔ فکر سے روکتا تھا۔

لہ یوسف زلیخائے جامی ص۲۳۳ طبع نوالکشور ۱۸۸۹ء

قیصر باغ کی لال بارہ دری میں جو میوزیم ہے اس میں مُلّا جامی کی قلمی تصویر موجود ہے۔

خوشنویسوں نے مولا کا نام لکھ کر اپنے کمالات کے جوہر
(فائدہ) دکھائے ہیں جو آپ کو نقشِ حیرت میں ملیں گے اور سید علی اصغر بلگرامی نے اپنی کتاب ہیں نام نامی کے آٹھ طغرے مختلف عنوانات سے درج کیے ہیں جن کا دیکھنے سے تعلق ہے۔

قولِ امام زین العابدینؑ: عرصۂ دراز کا ذکر ہے کہ تفسیر درمنثور میں سورۂ برائت[۱] میں چوتھے امام کا ایک ارشاد دیکھا تھا ان لعلی فی کتاب اللہ اسمًا حضرت علیؑ کا اللہ کی کتاب میں ایک نام ہے پوری عبارت ذہن نشین نہیں امامؑ نے جو کچھ بھی فرمایا ہو وہ تو سامنے نہیں مگر یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ قرآن نام نامی سے خالی نہیں ہے اور ابن شہر آشوب کا ارشاد ہے کہ خدا نے قرآن میں تین سو ناموں سے آپؑ کو یاد کیا ہے۔

جناب ناصر الملت شمس العلما سید ناصر حسین صاحب قبلہ مرحوم و مغفور فضائل و مناقب علیؑ بیان کرنے میں وہ بلند درجہ رکھتے تھے کہ ان کی امثال قوم میں خال خال تھی تاجیات کتب اہل سنت سے مدح مولا جیسی حصہ بیٹھے رہے ان کے دماغ کا نکتہ ہے کہ کلام عرب کی ضمہ اور فتح اور کسرہ تین حالتیں ہیں اور ان تینوں صورتوں سے قرآن مجید میں

---

[۱] حاشیہ ابن ۱۲۲ ۲ درمنثور صفحہ ۲۱۱ طبع مصر ۳ نور الاخبار ص ۱۹۔

حضرت علیؑ کا نام موجود ہے ضمہ کی مثال بھی آیت حالت فتحہ کی مثال
وجعلنا لہم لسان صدق علیا کسرہ کی مثال صراط علی مستقیم ہے
ممدوح کا یہ فرمانا کسی غلو پر محمول نہیں ہے بلکہ حقیقت کے قول کے
مطابق ہے اور طبع زاد رائے نہیں ہے۔ چنانچہ آیہ سورۂ مریم کی
تحت میں ہمکو حضرت امیر المومنین کا قول نظر آتا ہے آپ فرماتے ہیں
نحن دعاۃ الحق ائمۃ الخلق والسنۃ الصدق من اطاعنا ملک
ومن عصانا ھلک [1] ہم حق کی طرف دعوت دیتے ہیں اور سارے
مخلوق کے پیشوا ہیں اور سچائی کی زبان ہیں جس نے ہماری پیروی
کی اور مطیع و منقاد ہوا وہ بہشت کا مالک ہوا اور جس نے ہماری
مخالفت کی وہ ہلاک ہوا اس سے زیادہ صریح ثبوت ترجمہ مقبول
کا حاشیہ ہے [2] وہ آیت کے ترجمہ میں فرماتے ہیں اور ہم نے ان سب
کے لیئے ذکر خیر بلند مرتبہ کا مقرر کیا تفسیر قمی میں امام حسن عسکریؑ
سے منقول ہے کہ آیت میں دو جگہ ہم آیا ہے اس ضمیر ہم کے مرجع
حضرت ابراہیمؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے
کہ ہم نے ابراہیم و اسحاق کو اپنی رحمت سے اپنا رسول محمد مصطفےؐ
عطا کیا نیز ان کے لیئے سچائی کی زبان امیر المومنین علی بن ابی طالب
کو مقرر کیا۔

---

[1] غرر الحکم و درر الکلم مجموعہ کلمات حضرت امیرؑ [2] ترجمہ مقبول صفحہ ۶۱۴ طبع لاہور اثنا عشری

اب رہا یہ امر کہ مکسور حالت میں علیؑ کہاں ہے وہ چودہویں پارہ کے پہلے رکوع کی آیت ہے جو موجودہ تمام قرآن بایں صورت لکھے ہیں قَالَ ھٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیمٌ زیر بحث یہ امر ہے کہ ی کو زیر یا زبر یا پیش کونسی حرکت سے شاہ رفیع الدین دہلوی تو حرکت فتح زبر کی بنا پر ترجمہ یہ کرتے ہیں۔ "یہ راہ ہے ادہر مجھی سیدھی" یہ لفظی تحت اللفظ ترجمہ ہے جس سے مطلب واضح نہیں ہوتا شاہ اشرف علی تھانوی مطلب ادا نہ ہونے پر متوجہ ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے "یہ ایک سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے"۔ اس ترجمہ میں بظاہر کوئی خامی نہیں لیکن اگر حرف ی کو زیر دے کر ترجمہ کرتے ہیں تو راہ مبہم ہونے کے الزام سے بچ کر صراحت ہو جاتی ہے اور آیت تشنہ تشریح نہیں رہتی اس سلسلہ میں میرے سامنے ثبوت مطلوب کے دو حوالے ہیں ہمارے اجداد میں مولانا سید علی صاحب مفسر قرآن اپنی اردو کی تفسیر میں جو زبان اردو کا پہلا ترجمہ قرآن ہے حافظ محمد مومن شیرازی مولف طرائف کے حوالہ سے لکھتے ہیں جس کی سند قتادہ پر ختم ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ حسن بصری کی قرات یا صفات ہے وہ ھٰذا صراط علیٍّ مستقیم پڑھتے ہیں۔ علماء اہل سنت وجماعت میں شفیع محمد خاں ابن حبیب اللہ خاں درانی بارکزئی اپنے شائع کردہ

ؔ تفسیر توضیح المجید صفحہ ۲۵۸ مطبع سلطانی لکھنؤ۔

معرب القرآن ہیں جو ۱۳۱۸ھ میں باہتمام سیٹھ آدم جی ابن حاجی پیر بھائی بڑی تقطیع پر طبع ہوا ایک کالم میں تفسیر ابن عباس سجاوندی دوسرے کالم میں معرب القرآن تیسرے کالم میں خلاصۃ الرسوم ہے اس میں آیہ کریمہ کی قرأت میں ایک اور طریقہ اختیار کیا ہے اور وہ بھی مفید مطلب ہے اصل عبارت یہ ہے۔ صراط علی را یعقوب بکسر لام با یائے مرفوع منون می خوانند" یعقوب قاری آیت میں لام کو زیر دیتا ہے اور ی پر تنوین پیش پڑھتے ہیں بنا بریں علیؑ ہوا۔ دیکھو معرب القرآن ص ۴۱۹ کالم ۲ اس بحث کو مولانا فرمان علی صاحب نے بڑی خوش اسلوبی سے بیضاوی کی رد کرتے ہوئے اپنے ترجمہ میں حاشیہ پر طے کیا ہے یہ راستہ" نباشد چیزے کہ مردم ہمہ گویند چیز ہا کی تحت میں ہے اور اعراب میں نحوی اسقم سے بچنے کے لئے قول حسن بلا اشکال صحیح ہے۔

مُشکل کُشا مشکل عربی لفظ ہے اور کسی دشوار اور سخت کام کٹھن چیز کو مشکل کہتے ہیں فارسی کا مشہور شعر ہے۔

مشکلے نیست کہ آسان نشود   مرد باید کہ ہراساں نشود

مشکل کشا اس سختی کے دفع کرنے والے کا نام ہے مولائے اسماء والقاب میں جو مختلف اوقات میں زبان رسالت پر جاری ہوئے یا قرآن حکیم نے جن کو مبدء فیاض کا عطیہ قرار دے کر اپنے آیتوں میں روز قیامت تک باقی رکھا وہ سب اسلام اور بانی اسلام کی زبان میں عربی ہیں اور اس کو غیر عرب سے واسطہ نہیں لیکن اقوام عالم نے اپنی اپنی زبان میں

جو کہا، ابلیا وہ بھی صفحہ سیرت پر موجود ہے اور رہتی دنیا تک رہے گا اور ہم بھی مولا کو اپنی زبان اور محاورات میں پکارتے ہیں ہم کو معلوم ہے کہ اسماء الٰہی توقیفی ہیں اور محتاط اہل علم عوام کا اللہ میاں کہنا برداشت نہیں کرتے اگر یہ پابندی مخلوق کی سیرت پر عاید نہ ہو تو جس طرح معبود کو اللہ پاک اور رسولؐ کو آقائے کونین سرور کائنات کہتے ہیں اسی طرح مشکل کشا کہنے میں کوئی مانع نہیں المشکل کے معنے لغت میں یہ ہیں ۔ الامر الملتبس تقول هو حل المشاکل وہ بات جو مشتبہ ہو اس کو مشکل کہتے ہیں۔ اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ وہ شخص[۱] مشکلیں حل کرتا ہے۔

جہاں تک میری قاصر نظریں واقعات پر چھا جاتی ہیں مولا کو مشکل کشا کہنے میں حضرات سنت و جماعت نے شیعوں پر سبقت حاصل کی ہے اور اس اعتراف میں ہم ثانوی حیثیت رکھتے ہیں اس لفظ کے استعمال کا جواز تو اس وقت پیدا ہوا جب نور محمدؐ و آل محمدؐ نے فرشتوں کو طریقہ تسبیح و تہلیل تعلیم کیا اور معرفت الٰہی کے محل پر ان کی علمی مشکل آسان ہوئی سبحنا فسبحت الملائکہ ارشاد آل محمدؐ ہے کہ ہم نے تسبیح کی تو فرشتوں نے بھی سبحان اللہ کہا اس کے بعد آدمؑ کی توبہ کا قبول ہونا عالم انسانیت میں پہلی نظیر تھی کہ ایک فکر مند بشر ان کا واسطہ دینے

۱؎ منجم المطالب لغت ۵۱۲ ۔

پر ماضی کی عظمت پا جاتا ہے یہ عالم انسانیت میں مشکلکشائی کی پہلی نظیر تھی حضرت نوحؑ کا طوفان سے تحفظ اور کشتی پر تین طرح کے احسانات سفینہ کی تشکیل میں سپڑوں کی ترتیب اور خمسہ نجباء کی طرف نسبت دی ہوئی میخیں (مسامیر)[۱] تکمیل کا ذریعہ ہوئیں دنیا عالم آب تھی اور پانی کی مقدار عظیم میں کشتی کا سنبھلنا دشوار تھا نوحؑ کا پنجتن کا نام لیکر دعا کرنا بیڑا پار ہوا ان خطرات سے نکلنے پر تیسری عظیم آفت یہ آئی کہ ایک جن اولاد شیطان سے اپنے آبائی کینہ اور انتقام کی دھن میں انسانیت کو ختم کر دینا چاہتا تھا اور چاہا کہ ہاتھ بڑھا کر کشتی کو ڈبو دے عالم انوار میں ایک سوار ظاہر ہوا اور اس بدسرشت کا ہاتھ کاٹ دیا دست بریدہ اس نے[۲] صدیوں کے بعد رسولِ عربی کو دکھایا یہ تو واقعات عالم تھے اور خطبہ افتخاریہ میں خود حضرت کا ارشاد ہے انا حملت النوح فی السفینہ۔ میں نے نوحؑ کو کشتی میں[۳] اٹھایا اور نجات دی ہر نبی کے عہد میں مولا کے تعاون کی مثالیں قائم ہوئیں موسیٰؑ کا زمانہ شروع ہوا اگرچہ قدرت نے ان کے سگے بھائی ہارون کو شریک کار اور مددگار بنایا تھا مگر فرعون و ہامان وسامری کے اتحاد ثلاثہ میں ایک بھائی سے کام چلتا نہ تھا

۱؎ تاریخ ابن نجار بغدادی ۲؎ مشارق الانوار برسی
۳؎ مناقب ترمذی کشفی صالحی۔

اس وقت خدا نے مولا کو اپنی قدرت کاملہ سے ایک سوار کی شکل میں آگے آئے کلیم کے بھیجا جو سنہری لباس زیب جسم کیئے تھا اور طلائی تلوار ہاتھ میں تھی بھرپور غیظ میں فرعون سے کہا کہ اجب ھٰذین الرجلین والا قتلتک ان دونوں جواں مردوں کو جواب دے ورنہ قتل کر دوں گا اس ڈانٹ پر دربار فرعون میں سنسنی پھیل گئی اور دربان بتا نہ سکے کہ کون داخل قصر ہوا قصہ موسیٰؑ میں اس مرد غیب کی مدد و جبل لکما سلطاناً کی تفسیر میں ہے کان الفارس مثال علی بن ابی طالب ھوالذی ایدالله بہ النبیین سراً و ایدن محمد اجھراً فرعون کو بر سر دربار ڈانٹنے والا علی ہے فرزند ابو طالب جس نے چھپ کر انبیا کی مدد کی اور پیغمبر اسلام کی مدد عالم ظہور میں اس کی ذات سے ہوئی اس کے علاوہ ملا فتح اللہ اپنی تفسیر میں عبداللہ بن سلام سے نقل کرتے ہیں اس نے سرکار دو عالم سے پوچھا وہ کون شخص تھا جو تخت بلقیس کو شہر سبا سے سلیمان کے لیئے لایا فرمایا وہ علی بن ابی طالب تھے جو بہ برکت اسم اعظم الٰہی تخت بلقیس لائے۔ تفسیر مذکور کی تحریر ہے کہ یہ وہ وقت تھا کہ رسولؐ نے فرمایا اے علیؑ تم پیغمبران سابق کے ساتھ ساتھ تھے پوشیدہ طور پر اور میرے ساتھ ہو آشکار سلمان کو شیر سے چھڑانا بھی اسی عظمت کا ناقابل انکار ثبوت ہے لہٰذا مشکل کشا ہونے میں کیا عذر ہے۔ مشکلکشا ہونا سورج سے زیادہ روشن لقب ہے اور مولا کو پکارنا بعینہٖ خدا کو پکارنا ہے کتب مناقب سے

قطع نظر کرنے کے بعد خطبات حضرت امیر میں صراحت ہے اس مقصد کی جو محتاج دلیل و ثبوت نہیں آپ اس خطبہ میں جو صاحب توضیح الدلائل علامہ شہاب الدین روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں انا صاحب الرایات انا سر بیرۃ الخفیات انا جامع الآیات انا حلال المشکلات۔

(البلاغ المبین ج ا ص ۱۱۷ بحوالہ ینابیع الانوار حدیث مدنیہ) میں صاحب علم اور لوا ہوں میں اسرار الٰہی اور باریکیوں کا جاننے والا ہوں میں خدا کی نشانیوں کو جمع کرنے والا ہوں میں پراگندہ کو یکجا کرتا ہوں میں ہر کرب کو دور کرتا ہوں میں کلمۂ خدا کا نگہبان ہیں مُردوں سے باتیں کرنے والا میں مشکلوں کو حل کرنے والا ہوں۔

اتنی مشکلوں کو حل کرنے کے بعد اور خطبہ میں صراحت سن کر مرتبہ شناس مزاج اور حق گو چیخ اٹھے کہ یہ مشکلکشا ہیں۔

شیخ سعدی شیرازی المتوفی ۶۹۱ھ

کسے مشکلے برد پیش علیؑ مگر مشکلش را کند منجلی

(بوستاں ص ۸۵ مطبع نظامی کانپور طبع ۱۲۸۶ھ)

نظام الدین اولیا المتوفی ۷۲۵ھ

اگر خواہی کہ در محشر شفیعت مصطفیٰ باشد بہ قسیم جنت و دوزخ علی مشکلکشا باشد

شاہ بو علی قلندر شرف الدین المتوفی ۷۲۲ھ

فرخ لقا شمس الضحیٰ نور الہدیٰ بحر سخا کان عطا معجز نما مشکلکشا

نواب مظفر جنگ بنگش عہد آصفی کا شاعر

گرچہ لاکھوں مشکلیں باہم فلک یکجا کرے ناخن مشکلکشا اک دم میں اسکو وا کرے

میر سوز

کوئی مشکل نہیں رہنے کی مشکل محبت ہے اگر مشکل کشا کی

شیخ غلام اخی بلگرامی

ترا ہیچ اے اخی مشکل نیابد اگر مشکل کشا مشکل کشا شد

شاہ علی حیدر قلندر کاکوروی

چہ باب دلکشا شہر علم مصطفیٰ آمد بکعبہ مفسر قرآں امیر المومنین حیدر
توئی مشکلکشا دست خدا بازوے پیغمبر ز تو مشکل شود آساں امیر المومنین حیدر

ظفر علی خاں ایڈیٹر زمیندار لاہور المتوفی ۱۹۵۶ء

شیوۂ مشکلکشائی ہے تری طرز قدیم بازوے خیبر شکن ہے قوت خیبر نکال

سر اقبال

بانوے آں تاجدار ہل اتیٰ آں علی مشکل کشا شیر خدا

شمس العلماء مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ

غیر تو مشکلکشائے خود نمی بینم بہ چشم نکشاید کسی این دیدۂ غماز ہیں

شاہ عرب حضرت رسول کا ان حضرت کو سید العرب[1] قرار دینا وہ عظیم فضیلت ہے جو ہر کہہ ومہ کو ان کے زیر نگیں لے آتی ہے انگریز مورخ LEWIS DECOSTA لوئس ڈکاسٹا

---

[1] حلیۃ الاولیاء ج ۱ صفحہ ۶۳ و ریاض النضرہ ج ۲ صفحہ ۱۷۷

نے اپنی تاریخ میں ایک نقشہ بنایا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ سوا سو برس کی اردو میں صدر اسلام سے عہد مولا تک کے واقعات کو اختصار کے ساتھ اس طرح قلم بند کیا ہے۔

محمدؐ کا تولد	۵۷۱ء
سن ہجری کا آغاز یعنی محمدؐ کی مہاجرت کا زمانہ جبکہ وہ مکہ سے مدینہ کو گیا	۶۲۵ء
ابوبکر محمدؐ کا خلیفہ ہوا	۶۳۲ء
ابوبکر موا اور عمر اس کا خلیفہ ہوا	۶۳۴ء
عثمان عمر کا خلیفہ ہوا	۶۴۵ء
علی شاہ عرب کا	۶۵۵ء

لب التواریخ مطبوعہ کلکتہ اردو ۱۸۳۹ء

حاجت روا حال میں میرے دوست منصب علی صاحب جعفری نے کوہاٹ سے بڑی عقیدت کے ساتھ لکھا کہ ان کا گردو پیش مولا کے پکارنے اور یا علیؑ کی صدا پر کچھ ساز گار نہیں ہے لہذا میں اس موضوع پر قلم اٹھاؤں صورت حال یہ ہے کہ میں اب ایک نامہ نگار ہوں اخبار اثنا عشری دہلی کا جو مطبع یوسفی سے شیعوں کا قدیم ہفتہ وار اور واحد آرگن مدت ہوئی نکلتا تھا جب سے اپنے ناچیز مقالات میں کتنی بار یا علی پر بحث ہو چکی ہے اور مطبوعہ مقالات دہرانا میرے بس کی بات نہیں ہے

رسالہ زیر الاسد (شیر کی ڈکار) سے یا علی مدد کے موضوع پر تمام غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ مزید گذارش یہ ہے کہ اختلاف ہونا ہے اور ہوتا رہیگا یہ دیکھو کہ وہ مقدس نفوس جو طلب دنیا اور تحصیل اقتدار سے کبھی آلودہ نہیں ہوئے ان کی ہر سانس خدا کے لیئے تھی قرآن حکیم نے انکو وسیلہ قرار دیا تھا تو ہم وقت مصیبت کیوں نہ پکاریں مجھے اندازہ ہے کہ جو شبہات اس وقت جنم لے رہے ہیں یہ پارٹی بندی اور بیجا حمایت کی پیداوار ہیں۔

اجمیر شریف کے محمد خادم حسن شاہ صوفی نے مناصب علی کتاب لکھی ہے جو ماہنامہ منادی دہلی میں حلقہ نظام المشائخ سے قسط وار چھپ رہی تھی اس کے ساتویں نمبر میں فاضل مصنف نے جو لکھا ہے وہ پہلے ملاحظہ ہو اس کو ناظرین کلام بغیرنہ سمجھیں بلکہ یہ راز و نیاز کی باتیں ہیں جو بارھویں صدی کے اخیار کی زبانوں پر تھیں مغربیت نے ان کو فراموش کر دیا اب نماز پڑھنے والے اقلیت میں ہیں جائیکہ وہ جو صبح کو مناجات پڑھیں مناقب کے پابند ہوں دعاؤں کی کتابیں اور وظیفہ کی بیاض جانماز پر نظر آئے یہ سب گم ہے اور تلاوت قرآن کی جگہ پیپر (اخبار) اور ریڈیو سے نیوز کو حاصل ہے شاہ صاحب موصوف ولایت معنوی کا فیض سرخی قرار دے کر رقمطراز ہیں۔

جس طرح لوگ حیات ظاہری میں آپ سے عقیدت رکھتے تھے اور آپ کے روحانی تصرفات سے فیوض حاصل کرتے تھے اسی طرح

آج بھی ولایت مرتضوی کے ساتھ لوگوں کو اس درجہ عقیدت ہے کہ آپ کے نام کے وظائف پڑھتے ہیں اور یا علی مدد یا علی مشکلکشا کہہ کر استعانت طلب کرتے ہیں جب آپ کے روحانی فیض سے ان کو حاطر خواہ حاجت براری اور مشکل کشائی ہوتی ہے تو بطور اظہار شکر آپ کا فاتحہ کر کے کھانا کھلاتے ہیں یا شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔

برائے جملہ حاجات

اس رباعی کو ورد رکھنے سے حاجتیں پوری ہوتی ہیں ؎

علی مرتضیٰ یا ما مدد کن — وصی مصطفیٰ یا ما مدد کن
بیکدم مشکل سلطاں گشودی — بیا مشکلکشا یا ما مدد کن

جنگ میں فتحیاب ہونے کے لئے اس کا ورد رکھیں ؎

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار — کن مدد حاجت روا مشکلکشا دلدل سوار
ہر بلائے رد باشد این دعا ہفتاد بار — لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار

دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے کے اور ہر قسم کی کار برآری کے واسطے اس کا ورد رکھیں ؎

زمانہ بر سر جنگ است یا علی مددے — کمک بغیر تہنگ است یا علی مددے
کشود کار عالم بیک اشارہ تست — بکار ما چہ درنگ است یا علی مددے

برائے جملہ حاجات یہ پڑھنا چاہیئے ؎

اسیرم بے مددگارم امیر لافتیٰ دستے — حقیرم سخت لاچارم وزیر مصطفیٰ دستے
قوی ذات پناہ بیشتر شاہا دستگیری کن — غریبم سخت لاچارم علی مرتضیٰ دستے

برائے امداد در جملہ امور کیمیا و سیمیا یا علی یا علی ادرکنی پڑھیے

حضرت مولانا رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

اس نداند جز بذات اولیا جناب علی علیہ السلام ان تینوں پر نہ صرف خود دستگاہ رکھتے تھے بلکہ آپ سے یہ روحانی تصرفات اولیا اللہ کو حاصل ہوئے (منادی دہلی جلد ۲۱ھ شمارہ نمبر ۱۱ و ۱۲)

شاہ صاحب نے آٹھویں قسط اوپر کے چار مصرعے روضۃ الحدیث کے حوالہ سے اس طرح درج کیے ہیں ؎

بگرداب بلا افتادہ ام یا مصطفیٰ دستے ۔۔۔ بجز غم گر فتارم علی مرتضیٰ دستے

زاحوال شب معراج دانستم یداللّٰہی ۔۔۔ چرا دستم نگیری یا علی بہر خدا دستے

ہم کسی دعا کے فضائل میں اس کو مجرب کہنا نہیں چاہتے تجربہ یعنے چہ دعا ہمارا ایمان ہے اور استجابت وعدہ الٰہی ہے۔ تجربہ ایمانی کمزوری ہوگا ہاں عامل کے لیئے جمالی اور جلالی ظاہر کر دینا ضروری ہے

آخر میں شاہ صاحب نے حضرت گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ وفات ۸۲۰ھ کا دعائیہ قطعہ لکھا ہے جس کے الفاظ میں بہت تھوڑا تغیر میری یاد سے ہے اس لیے میں اپنے یقین پر عمل کرتے ہوئے واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میری والدہ معظمہ خاندانی وقف کے معقربات میں زوال آفتاب کے وقت زیر آسمان پڑھتی تھیں اس کے جلالی ہونے میں کیا شبہ ہے ؎

یا حیدر شہسوار وقت مدد است ۔۔۔ وے صاحب ذو الفقار وقت مدد است

کار تعجبے فتادہ مشکل ما را ۔۔۔ اے منبع ہمت علی وقت مدد است

علم دوست اصحاب یاد رکھیں روضۃ الحدیث صوفیائے کرام
کی عظیم کتاب ماخذ ہے سید ترنے اللہ جانے دکن پہنچکر کس مشکل میں
پھنسکر کس پرخلوص دل سے کہا تھا کہ پورے ملک میں آواز پہنچی وہ
گلبرگہ شریف میں حیات ختم کرکے سو گئے تاثر زبان زد ہے ۱۹۸۴ء مرتبہ
سہیل الواعظین میں ۱۴ دعائیں شائع کی تھیں آج پانچ مناجاتیں نذر قارئین
کریں اگر کوئی یا علی نہیں کہتا تو جانے دیجئے ہم توحید پر ساری دنیا کو
نہیں لا سکے اسلامی ممالک کی عظیم الشان کانفرنس میں جو فروری ۱۹۷۴ء
کے آخر میں ہوئی ممالک اسلام کے ہر سربراہ کے خیر مقدم میں مع نعرہ تکبیر
کے ساتھ یا علی کہتا تھا ریڈیو کو روایت میں عذر نہ ہوا ٹی وی نے تصویر
کشی کی اخبارات نہ لکھیں تو فضا میں جو آوازیں بلند ہو کر محفوظ ہو گئی
ہیں وہ تا قیامت گواہ ہیں اس فطری ولولہ اور جوش کا ان مناجاتوں
کو کسی عالم نے منع نہیں کیا بلکہ علمی خانوادوں میں شہرت پاکر حفاظت ہوئی
یہ سب کلام غیر تھا اب رہے شیعہ منقبت خواں ان میں تحیر مرحوم کا یہ مطلع
کس قدر احتیاط میں ڈوبا ہوا ہے۔ ع۔ اللہ کی طرف سے ہے مشکلکشا علی۔
اس قید کے بعد کس میں دم ہے جو قدح کرے آیہ مباہلہ میں دعوت کی
نص اور پکارنے کا نادعلی میں جواز موجود ہے کہ پکارا کہ مولا کے نام میں
جو حرف اصلی ہیں وہی خدا کا نام ہے یا علی کہنا سامع کے لیئے بڑی مشکل
ہے کہ وہ فیصلہ کرے پکارنے والا خدا کو پکار رہا ہے یا بندہ کو کیا
وسیلہ کا ذکر قرآن میں نہیں ہے ؟

وسیلہ سب چھٹے، اک نام تیرا   دعائے شام ہے ورد سحر ہے)

شادی خانہ آبادی

قانون اسلام میں مرد کے لیے تجرد کی زندگی
بہتر نہیں سمجھی گئی اور نہ وہ وقت گیا جب
عیسیٰ ابن مریم صرف محراب عبادت کی زینت تھے اور تاہلی زندگی میں ان کو
جنبش بھی ہیچ تھا۔ قیامت تک باقی رہنے والا مذہب اسلام زن و مرد
کے حقوق و حفظ مراتب کا برابر سے نگراں تھا اور فطرت کے تقاضے اس کے
دستور میں زیر نظر رکھے گئے۔ قرآنی آواز ومن کل شئ خلقنا زوجین
لعلکم تذکرون پ۲۷ ع۲ ہر شئے سے ہم نے جوڑا پیدا کیا کاش اب بھی تم
انسانیوں کو یاد رکھو بشر تو اشرف خلق ہے وہاں بدرجہ اولیٰ اس
کلیہ کا حکم ہونا چاہیئے حیوانوں میں تو جوڑا اور پرند کی مثال بہت
واضح ثبوت ہے دعوے کا مسلم نباتات الارض کے نامور درختوں میں بھی
اس کا ثبوت پاتے ہیں لیکن پیوند ہمیشہ جنس واحد ایک طرح کے
پودے کا ہوتا ہے اس حقیقت کی تفصیل سے پہلے یہ دیکھو کہ حدیث
نور کے تواتر نے ہم کو یہ بتایا تھا کہ نبی اور علی دو سگے بھائی ہوتے اور
ذاتی کمالات چونکہ عرصہ تک ایک پیچھے تھے لہذا دونوں کا ہمسر روئے زمین
پر ڈھونڈھے سے نہ ملتا لہذا اگر پیغمبرؐ کے لیے خدیجہ کی ایسی عورت خلق ہوتی
تھی تو کم از کم علی مجرد رہ جاتے اور نسل عبادت و رحم ونیز ہوتا تا
اس نے صلب عبدالمطلب میں پہنچ کر مشیت الٰہی انا و علی من نور واحد
کے دو ٹکڑے کئے اور حضرت عبداللہ و ابو طالب کے صلب میں بتجدید علیحدہ

نور نے جگہ پائی اور اس برمحل تقسیم نے نور کو چچا زاد بھائی قرار دیکر
مستقبل کے اتحاد نور کا جواز پیدا کیا اور فاطمہ دختر رسولؐ کا کفو علیؑ
مرتضیٰ ہوسکے اور یہی ہیں رسولؐ نے صراحت کی کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہ
کا کوئی کفو نہ تھا۔ نباتات کے جسم نامی ہیں وہی پیوند درخت کو بار آور
کرتا ہے جو اس کی جنس سے ہو یہی وجہ ہے جب حضرت ابی بکر نے پیام دیا
تو پیغمبر نے ان کے فہم و ادراک کے مطابق جواب دیا انھا صغیرۃ لڑکی
ابھی چھوٹی ہے اور حضرت عمرؓ کی خوستگاری پر وہی جواب ملا اگرچہ اس
اس بحث کا سیرت میں چھیڑنا ایک بے ادبی ہے مگر اس تذکرہ
میں یہ فائدہ مضمر ہے کہ جو جواب دیکر پیغمبر نے شیخین کو خاموش کیا تھا
وہی جواب یہاں بھی ہے تو اب فیصلہ کرو کہ فاطمہ کی آئندہ پیدا ہونے
والی بیٹی ام کلثوم کے ساتھ انھیں حضرت عمرؓ کا کیونکر عقد ہو سکتا تھا
سچ پوچھو تو پیغمبر نے اپنے جواب میں مستقبل کے نسب کا بھی تعین
کیا وہ ام کلثوم بنت جرول تھی جس کے ساتھ خلیفہ دوم کا نکاح ہوا
ایک نام کی دوسری عورتیں ہوتی ہیں یاران طریقت نے نام سے فائدہ اٹھایا
اور ان کو داماد علیؑ مشہور کیا جو داماد نہ ہوا وہ داماد علیؑ بھی نہ ہوگا۔
یہ رشتہ قرآنی تجویز کے مطابق تھا اور هو الذی خلق من
الماء بشراً فجعله نسباً وصهراً وہ وہ ذات ہے جس نے پانی سے

۱؎ فردوس الاخبار ۲؎ ارجح المطالب باب ۳ ص ۲۹۸

بشر پیدا کیا اور نسب (کے ساتھ جہاں شادی ہونے والی تھی تعیین
کی) مفسرین کہتے ہیں یہ آیت شان مولا میں نازل ہوئی ہے وہ ابن
عم النبی وزوج فاطمہ فکان نسبًا وصہرا وہ نبی کے چچا زاد بھائی اور
شوہر فاطمہ نسب اور دامادی دونوں کے مالک ہیں ملاحظہ ہو (۱) تفسیر
ثعلبی ص۲۲۲ طبع ایران (۲) ارشاد ساری شرح صحیح بخاری ج ۲ از
علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی ص۱۷ (۳) فصول مہمہ ابن صباغ مالکی
(۴) ینابیع المودۃ ص۱۱۸ و ۱۱۷ (۵) ارجح المطالب از کفایت الطالب گنجی
وغیرہ ص۹۱ (۶) احسن الانتخاب شاہ علی حیدر ص ۱۳۲۔

یہ شادی جب ہوئی تو مولا کا سن مبارک ۲۵ سالہ جوان اور
معصومہ ۹ سالہ دختر تحقیق جن سیرت نگاروں نے ۱۵ سال عمر تجویز
کی ہے بے بنیاد ہے استیعاب میں ہے کہ مہر ۴۸۰ درہم تھا اور دوسرے
سنی عالم احمد اپنے مناقب میں ۴۰۰ مثقال چاندی لکھتے ہیں[1] ایک درہم
ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے یہ عربی سکہ ہے[2] جو چاندی کا تھا اور درہم
کی جمع دراہم ہے اور ایک مثقال ساڑھے ۴ ماشہ کا ہوتا ہے چار سو
مثقال اس حساب سے ایک سیر ۴ چھٹانک چاندی ہوئی آج تو چاندی
کی قیمت بہت بڑھی ہوئی ہے جو کبھی نہ تھی یہ بیان تو حضرات اہل سنت
کا تھا مذہب امامیہ میں مہر سنت[3] پانچسو درہم ہے اور بنیاد یہی ہے کہ آل محمد

۱؎ ارجح المطالب ۲؎ مجمع المطالب ۳؎ شرائع اسلام

کا اسوہ حسنہ تمام امت کے لیئے قابل برداشت ہو یہ تو اس شادی کا ظاہر تھا اور باطن اس قدر عظیم ہے جو حدیث ابن عباس سے واضح ہوتا ہے سرکار دوعالم نے فرمایا اے علی خدائے برتر نے تمہارا نکاح فاطمہ کے ساتھ کر دیا اور مہر میں زمین دی جو تمہارا دشمن ہو کر اس زمین پر چلے گا اس کی رفتار حرام ہے۔

یہ وہ شادی تھی کہ فرشتے گواہ ہوئے رسول نے خود خطبہ پڑھا علیؑ نے اپنی رضا کا صمیم قلب سے اظہار کیا پیغمبر نے بعد عقد نسل کے طیب و طاہر ہونے کی دعا کی جہیز کیا پایا کیونکر دلہن کی سواری دولھا کے گھر رخصت ہوئی زن و شوہر کے جسم میں کیسے کپڑے تھے تفصیل کتب سیرت میں دیکھو میں یہ لہذا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب زمین مہر میں تھی تو پہلے ہی شب زمین کے مولا سے باتیں سا کر نے پر ثبوت بہم پہنچا کہ زمین ملکیت ابوترابؑ ہے۔

زمین پر بحث تحقیق جدید یہ ہے کہ زمین کی سطح ظاہر CRUST کا تقریباً ۹۸ فی صد حصہ آٹھ مفرد چیزوں کے ترکیب سے بنا ہے جن میں اکسیجن ۵۰ فی صد سلیکن ۲۶ فیصد ایلومینم ۷ فیصد لوہا ۴ فیصد ہے اور اس کرہ ارض پر زندگی کا ظہور ۳۔ ارب سال پہلے ہوا تھا اور ۲۵ لاکھ سال ہوئے کہ فطرت نے انسان کو جنم دیا۔

ؑ ارجح المطالب

بحیثیت اسماء امیرالمومنین دیکھو یہ تحقیق اس علمی افادہ سے
مشتق معلوم ہوتی ہے جو کتب اہل سنت سے پیش ہوا تھا دوسرے
مورخ اعلی حضرت آدم جب خلق ہوئے تو صفی خدا کی خلقت پر بعض
تاریخوں میں زمین کی یہ ندا بھی پائی جاتی ہے کہ یہ اشرف مخلوق نوع اس
وقت زمین پر آیا جب میرا شباب رخصت ہو گیا اور تازگی دور ہو گئی قرآنی
آواز ننقصها من اطرافها زمین کو عالم آب کم کرتا چلا جا رہا ہے یہ نشان
آخر زمانہ کی ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ فلسفہ قدیم یہ تھا کہ زمین
ساکن ہے اور سورج متحرک چنانچہ اس موضوع پر کتب خانہ مصر میں
ایک کتاب ہے البراہین القطعیہ علی عدم دوران الکرۃ الارضیہ
مصنف اس کے سلیم الیاس دمشقی ہیں یہ عربی لٹریچر تھا اردو میں
احقاف الغفران نامی رسالہ میں مولوی سید علی اکبر صاحب مرحوم مصنف کا
اردو رسالہ طبع شدہ ہے قدیم نظریہ کا حامی ہے مگر عصر حاضر کے انکشافات
حرکت زمین پر زور دیتے ہیں اور قرآن حکیم کا زمین کو مہد (گہوارہ)
کہنا تائید کرتا ہے اور نہج البلاغہ نے اس حرکت کے اعتدال پر
روشنی ڈالی ہے اور لنگر زمین اہلبیت ہیں جن کے وجود سے گردش
زمین تھما ہے اور یہی سبب تخلیق ارض و سماء رہا لہذا مہر فاطمہ میں ہونا
تعجب خیز نہیں۔

نا اہلی زندگی شخصیتوں پر قلم اٹھاتے ہیں مگر بلوم معاشرہ ہی قابل

ہوتا ہے جو انسان کی بیاہتا بیوی کے ساتھ اس کے سوانح حیات
میں پایا جائے پہلی بات تو یہ ہے کہ پیغمبر زادی مجسمۂ طہارت اور
پاک و پاکیزہ خاتون ہیں جو عام عورتوں کے ایام زندگی سے ممتاز
ہونے کی وجہ سے بتول لقب ہے تو اب ایسی لڑکی کے شوہر کو اصولاً
دوسری بی بی کرنے کی اس کی حیات میں اجازت نہیں ہے حالاں کہ
عام انسان چار چار شادیوں کے مجاز ہیں اور یہی پابندی خود پیغمبرؐ
پر بھی عائد تھی کہ جب تک حضرت خدیجہ کبریٰ زندہ ہیں سرکارؐ دو عالم
نے دوسری عورت کا منہ نہیں دیکھا جو سیرتِ رسول تھی وہی نفس
رسولؐ کی شان ہونا چاہیئے فاطمہ زہرا کا ان کے گھر میں بیاہ کر آنے
کے بعد طرزِ زندگی وہی رہا جو انبیا کے گھروں کا تھا حضرت ابراہیمؑ
خلیل خدا نص قرآن ہے کہ اپنے مہمان کے سامنے گوشت پیش
کرتے تھے اور علیؑ و فاطمہؑ نے بحالت صوم مساکین و یتیم و اسیر کے آگے
پر روٹیاں دیں حیاتِ خلیل کا عکس تھا وہاں صرف گوشت اور روٹی
کا پتہ نہیں یہاں فقط روٹی اور سالن کا ذکر نہیں کبھی اچھے کپڑے
جسموں میں نظر نہ آئے فاطمہ زہرا کی نقابیں پیوند اور شیر خدا کی
قبا میں جوڑ پر جوڑ ہندی کی مثل "کپڑا پہنے جگ بھاتا کھانا کھائے من
بھاتا" اہل بیت کے در پر پہنچ کر تار تار ہو جاتی ہے وہاں جو کی روٹی
اور کبھی نانِ خشک جو زانو کی مدد سے توڑی جائے عبادت الٰہی ان
حضرات کی غرض خلقت تھی راتیں جاگ کر بسر ہوتی تھیں صبح و شام

تسبیح و تقدیس الٰہی کے سوا ان کے گھر میں کوئی مشغل نہ تھا۔ عہد حاضر میں جب پرواز فکر جاہ نکتہ پہنچ چکی اچھائیوں کے ارتقا کے ساتھ مکر و فریب دروغ و بہتان ہر قسم کا پایہ بھی بلند ہے اور جناب امیر کی زاہدانہ زندگی کو ان سے کینہ رکھنے والا طبقہ مدح کو قدح بنانے کے لیے کہتا ہے کہ وہ تو بی بی بچوں کی اپنے کفالت نہ کر سکے وہ ساری مخلوق کا باپ کیونکر ہو سکتا ہے کوئی کام کاج نہ کرتے گھر میں پڑے سوتے رہتے۔ پیغمبرؐ نے ابو تراب کہا امام کو یہ خبر نہیں کہ حضرت اسمٰعیل بخاری نے فاطمہ زہراؑ کے دروازہ پر بڑا بیش قیمت پردہ پڑے ہوئے دکھایا ہے (صحیح بخاری جلد دوم طبع مصر ص۹۲) یہ مسلم ہے کہ تیسری صدی ہجری میں ایسی روایتوں کی مخالف کو ضرورت تھی جس سے رسولؐ کی ناراضگی کہ ثابت ہوا اور اب دنیا کی اقتصادی ترقی کے عہد میں انسان کی معروف زندگی ہونے پر یہ بہتان طرازی ہے کہ وہ مسجد میں پڑے رہتے تھے نہ کوئی ذریعہ معاش تھا نہ آمدنی"

ہوا یہ ہے[۱] باغ میں آب پاشی کبھی زرہ کا فروخت کرنا[۲] کبھی تلوار بازار میں[۳] بیچنا میثم تمار کی دوکان پر بیٹھ کر خرمہ فروخت کرنا پیغمبر خدا کی نعلین مبارک کا سینا، باغیچہ میں درختوں کی نگہداشت اپنے دور حکومت سے پہلے

ل۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کی قرابت داری از محمد سلطان نظامی ادارہ محبین صحابہ لاہور ص۱۵ از نہج البلاغہ
از مناقب احمد مطالب السئول طبع قدیم ص۱۷ و ۱۹۹ سے از ص۲۹۵ از اسد الغابہ
ے از نہج ص۱۲۹ از ریاض النضرہ ۳ ینابیع المودۃ ص۱۴۷ و از نہج ص۷۰ ۔

سڑک کی تعمیر[1] گھنگرچ خطبہ تمام خدمات سے انکار ہے بدر سے حنین
تک کی جانفشانی پر پانی پھیر دیا اور تاریخ ومبر کے پر زور بیانات سے
انکار جبات مولا میں وہ دن بھی تھا کہ شیر خدا نے اپنی ذاتی آمدنی کی زکوٰۃ[2]
چالیس ہزار دینار تقسیم کی تھی اس سے اندازہ ہے کہ ذرائع معاش کتنے
وسیع تھے اور ایثار کا یہ عالم تھا کہ یہ سب فقراء پر تقسیم ہوجاتا تھا اور
فاطمہ زہرا بحیثیت رفیق زندگی اس خیر و خیرات پر راضی اور سب سے بڑی حامی
تھیں آئندہ صفحات سے سلطان نظامی کی مزید رد آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

خم غدیر میں اعلان جانشینی

پیغمبر خدا نے اپنی لاتعداد حدیثوں میں مسئلہ افضلیت امت کو سمجھایا اور دعوت
عشیرہ میں جس اعلان کی خشت اول نصب کی تھی اس کی آخری اینٹ حجۃ
الوداع کی واپسی میں جبکہ تقریباً تمام عالم اسلام آپ کے ساتھ تھا اس
طرح نصب کی کہ گھروں کی سمت پلٹتے ہوئے مجمع کو دفعۃً روک دیا نصف
النہار کا خطبہ مرسل کی یادگار خطابت تھی جس کے لئے اگر ذرا دیر ہوتی
تو موقع ہاتھ سے نکل جاتا یہ تراہا تھا جہاں سے مجمع اپنی اپنی راہ پر تقسیم
ہوجاتا تفریق سے پہلے آیہ بلّغ نے روکا اور پالان شتر کے منبر پر علیؑ کو
ہاتھوں پر لے کر کہا من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ کلام کے دو جز
ہیں اور دونوں کا وزن برابر ہے ایک ہی لفظ اپنے اور علی کے لیے برابر سے

---

[1] ہفتہ وار نظارہ لکھنؤ نمبر ۲۴ ۱۹۵۷ء کے پرچہ میں اس موضوع پر مبسوط مقالہ سپرد قلم ہوا ہے [2] الکواکب المضیئہ در سیرت علویہ ص ۱۹۵ (ادارہ)

استعمال ہوئی جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں یعنی جو مجھے اپنا مولا سمجھتا ہے وہ علیؑ کو بھی اپنا مولا سمجھے حج کے بعد عموماً سنجیدہ طبیعت بری باتوں سے بچتا ہے اور حج کی لاج رکھنے کے لیئے جھوٹ فریب مکرود غا سے باز رہتا ہے پیغمبرؐ نے چاہا کہ مسلمان حاجی بنتے کے بعد حدیث غدیر کو سنیں انکار کی گنجائش نہ ہو اور حاضرین پر اگر وہ ہونے سے پہلے ایک جادہ پر قائم رہیں اور لفظ مولا کا واضح سے واضح معنی کا حامل ہونا ایسا نہ تھا کہ مسلمان غور کر کے جواب دیتے تمام سامعین نے بلے کہا اولویت کا اقرار ہوا جو رسولؐ کو اپنا سردار سمجھتا ہے وہ علیؑ کی قیادت کو قبول کرے اگر قرب مقامی فضیلت ہو سکتی ہے تو کسی کو اس سے زیادہ قرب کہاں میسّر اگر کوئی کسی کو اٹھائے تو فطرت کا تقاضہ ہے کہ مجمع کے سامنے وہی رہتا ہے جس کو اٹھایا ہے اور اٹھانے والا چھپ جاتا ہے علیؑ کی پشت رسولؐ کی طرف ہے کوئی فاصلہ نہیں وہ خود چاہتے ہیں کہ میرا دور گذر رہا ہے اب مجھے نہ دیکھو بلکہ علیؑ کو دیکھو حدیث غدیر قرآنی لب و لہجہ میں ہے اولویت کے ذکر میں ہٰذا کا ہونا ضروری تھا انّ اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبیّ پ ۳ ع ۱۵ سب میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے ابراہیم کے سامنے وہ لوگ ہیں جو ان کے پیرو ہیں اور یہ نبیؐ۔

اشارہ ہاتھ سے ہوتا ہے اور جب ہاتھ خالی نہ ہو تو چشم و ابرو بلکہ سراپا رسولؐ کا بتا رہا ہے کہ علیؑ مطلوب ہیں لاتعداد حجاج میں

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے نمایاں طریقہ پر ہدیۂ تبریک پیش کیا اور مولا ہونا تسلیم کیا اور ایسا نہ تھا کہ صحبت برخاست ہوئی بلکہ تین دن مجمع ٹھہرا اور جب تک سب نے بیعت نہیں کر لی دم نہ لیا حاضرین اس بڑی تعداد میں تھے کہ دن کا باقی حصہ کافی نہ ہوا سمعنا و اطعنا کی صدائیں ہر طرف سے بلند تھیں اور جوق جوق آنے والے السلام علیک یا امیر المومنین کہکر عقیدت کے پھول نچھاور کرتے تھے۔

اس ارشاد کے بعد رسول ستر دن سے زیادہ زندہ رہے مگر کسی نے مولا کے معانی پوچھنے کی جرات نہ کی استفسار اس وقت ہوتا جب لفظ محتاج تشریح ہوتی بس کثرت سے صحابہ نے حدیث کو روایت کیا کہ مولانا دہلوی جلدیں عبقات الانوار کی صرف اس موضوع پر تیار ہوئی ہیں صدیاں گزرنے کے بعد کچھ عصبیت نواز معنی میں غور کرنے لگے اور کسی سرپھرے نے غدیر کے وجود سے انکار کیا اور آج جبکہ دنیا ہر شعبۂ زندگی میں ترقی کے بلند زینے طے کر رہی ہے دشمنی کا زبردست طریقہ یہ اختیار ہوا کہ حاجیوں کی واپسی کا مدینہ سے راستہ بدل دو یعنی فیلڈز ایریا کا رہنے والا صدر یا پوشش نگر ہو کر جائے۔ یہ حسین کرشمہ ساز ہے جو عرب کے قدیم جغرافیہ کو تبدیل نہیں کر سکتا امام اہل سنت شیخ شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ حموی رومی بغدادی لکھتے ہیں۔ ترجمہ[۱] زمخشری کہتا ہے کہ خم ایک مرد رنگساز

---

[۱] معجم البلدان ج ۳ ص ۴۶۶ چھاپ مصر ۱۳۲۴ھ

نام تھا اس کی طرف غدیر منسوب ہے جو جحفہ سے مکہ اور مدینہ کے بیچ میں ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ جحفہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر ہے اور صاحب مشارق نے ذکر کیا ہے کہ خم ایک وادی کا نام ہے جحفہ میں وہاں ایک تالاب ہے جس کا پانی اس وادی میں گرتا ہے حازمی نے کہا ہے کہ خم ایک جنگل ہے مکہ اور مدینہ کے بیچ میں جحفہ کے قریب وہاں ایک چشمہ ہے جہاں پیغمبر خدا نے خطبہ پڑھا تھا۔

معجم البلدان کے صفحات میں غدیر کا ذکر اور جغرافیہ دال مولف کے قلم سے خطبہ غدیر کی طرف اشارہ من کنت مولاہ کا ایک ثبوت ہے جو یاقوت حموی نظر انداز نہ کر سکے کس کو امید تھی کہ اس دشوار گذار جنگل میں حجاج کا قافلہ رکے گا اور پیغمبرؐ کے حکم سے توحید کا دم بھرنے والے خس و خاشاک صاف کرنے میں مشغول ہو جائیں گے اور کچھ دیر میں صحرا گلزار معلوم ہوگا زمین غدیر کی خوش بختی تھی کہ تکمیل دین کا اعلان اس زمین پر ہوا اور رسولؐ کی آواز ان کے دوستوں کا جائزہ لے رہی ہے اور حدیث کا پس منظر یہ بھی ہے کہ جس نے علی کو مولا نہ سمجھا وہ رسول کی برتری کا قائل نہیں ہے اور حلقہ عقیدت سے خارج ہے۔

کچھ حدیثیں پیغمبرؐ کی وہ ہیں جو ہزار مرتبہ زبان اقدس پر جاری ہوئیں شکریہ ان لوگوں کا جو شمار کرتے رہے مجلسی علیہ الرحمہ نے نویں جلد میں بحار کی ان کی تعداد اور تفصیل اس طرح کی ہے۔

(۱) انا حربٌ لمن حاربت میری اس سے لڑائی ہے جس نے تم سے جھگڑا کیا اور صلح ہے اس سے جس نے تم سے صلح کی (۲) بارالٰہا اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھ جو علی کا دشمن ہو (۳) یہ میرے بھائی ہیں (۴) اللہ اور اس کا رسول ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ بھی خدا اور رسول کو دوست رکھتے ہیں (۵) تم حق کے ساتھ ہو اور حق تمہارے ساتھ ہے جس کا میں مولا ہوں علی اسکے مولا ہیں۔

ثقیفہ میں بھی حضرت امیرؑ نے حدیث غدیر سے استدلال کیا تھا اور فرمایا انشدک باللہ انا المولیٰ لک ولکل مسلم بحدیث الغدیر ام انت قال بل انت۔ میں تم کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ میں تمہارا مولا نہیں ہوں اور حدیث غدیر کی رو سے ہر مسلمان کا مولا نہیں ہوں یا یہ شرف تم کو حاصل ہے حضرت ابو بکر نے کہا یہ عزت تو آپ ہی کو حاصل ہے یہ احتجاج ۲۴ دلیلوں کے سلسلہ میں خصال ج ۲ صفحہ ۱۱۷ چاپ طہران میں موجود ہے۔

کیا حضرت علی نے ثقیفہ میں حضرت ابو بکر کی بیعت کر لی

یہ عنوان بڑا طویل موضوع ہے جس پر تیرہ سو برس سے مضمون نگار خامہ فرسائی کر رہے ہیں اور فریقین میں اختلافات کی جڑ یہی مسئلہ ہے اگر حضرت علی اس وقت بیعت کر چکے ہوتے تو حضرت عمر کے انتقال کے بعد جب مسلمانوں نے چاہا کہ علیؑ کو خلیفہ بنائیں اس وقت ان حضرت سے یہ گفتگو کی جاتی ہے کہ آپ کو

سیرت شیخین پر عمل کرنا ہوگا طبری اور دیار بکری ہر تاریخ میں یہ استدعا
موجود ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ بیعت نہیں کی چنانچہ مجلس شوریٰ
کے حال میں شیخ حسین بن محمد بن حسن دیاربکری لکھتے ہیں۔ فقام علی
فوقف تحت المنبر واخذ عبد الرحمن بیدہ وقال ھل انت مبایعی
علی کتاب اللہ و سنۃ نبیہ وفعل ابی بکر و عمر فقال اللھم لا ولکن
علی جہدی من ذلک وطاقتی (الجزء الثانی من تاریخ الخمیس طبع اول
۱۳۰۲ھ ص ۴۸۲) پھر حضرت اٹھے اور منبر کے سایہ میں ٹھہرے تھے
کہ عبد الرحمن بن عوف نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا ہم آپ کی بیعت اس شرط
سے کرتے ہیں کہ آپ خدا کی کتاب اور نبی کی سنت اور ابوبکر و عمر کے
افعال پر عمل کریں حضرت علی نے جواب دیا بارالہا تو گواہ رہ مجھے نہیں
منظور میں اپنے اجتہاد اور قوت پر عمل پیرا رہ سکتا ہوں۔ اگر آپ
بیعت کرچکے ہوتے تو اس مجمع کا ایک شخص بھی کہہ سکتا تھا کہ آپ تو
روز اول حلقہ بگوش ہو چکے ہیں آج اختلاف کیوں ہے یہ تو عربی
تاریخوں کا اخذ کیا ہوا مطلب ہے —— فارسی تاریخ میں تو
صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ اور خلیفہ اول نے اقرار کیا ہے کہ علی نے
بیعت نہیں کی حضرت ابوبکر کا کہنا ہے گفتے اے ابوالحسن مرا گمان
این بود کہ ترا با من دریں امر مضائقہ نباشد اگر میدانستم کہ ببیعت
با من تخلف خواہی کرد ہرگز آں را قبول نمی کردم (روضۃ الاحباب ج ۲
صہ ۲۱۲ مطبع تیغ بہادر ۱۲۹۷ھ) کہا اے ابوالحسن میرا گمان یہ تھا کہ

آپ کو اس بات (خلافت) سے کوئی عذر نہ ہوگا اگر میں سمجھتا کہ آپ میری بیعت کی مخالفت کریں گے تو میں (اس منصب) کو ہرگز قبول نہ کرتا۔

تمام عالم تشیع کا اتفاق ہے کہ امام افضل خلق ہوتا ہے اور افضل کا غیر افضل کی بیعت کرنا افضلیت کے منافی ہے لہٰذا کسی شیعہ ذمہ دار کتاب سے ثابت نہیں کہ حضرت علیؑ نے بیعت کی مورخ ابوالفدا اور عقد فرید دو سنی مورخ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ ۶ مہینہ تک بیعت نہیں کی ہر حکومت کی بنیاد میں ابتدائی زمانہ ہنگامی ہوتا ہے ۶ ماہ میں خلافت کافی مضبوط ہو گئی تھی اس کے بعد ان کو کیا ضرورت تھی کہ وہ بیعت پر زور دیتے لہٰذا سنی اور شیعہ کسی کتاب سے بجبر خلافت آپ کا بیعت کرنا ثابت نہیں۔ اسوقت اس مسئلہ کے حل میں تیرہ سو برس کا زمانہ خلیج راہ ہے جب واقعہ کربلا ہوا تو ۵۰ یا ۶۰ سال پیغمبرؐ کی رحلت کو ہوئے تھے اس وقت کے لوگ اس مسئلہ کو بہتر طور پر سلجھا سکتے تھے نیز وہ لوگ موجود تھے جو انتخاب خلافت کے وقت مدینہ میں تھے اگر حضرت علیؑ بیعت کر چکے ہوتے تو امام حسینؑ کے لیے سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ یزید کہتا آپ کے والد نے بیعت کی اس کا مطالبہ قوت پکڑتا اور ابو بکر منہما کے لحاظ سے بیعت کرنا پڑتی لیکن حسینی عہد کے تمام عالم اسلام کے لوگوں میں کسی ایک نے بھی نہ کہا کہ حضرت علیؑ تو بیعت

کر چکے تھے حسینؑ کو کیوں عذر ہے یہ واضح دلیل ہے کہ ۶۱ برس تک عوامی حکومت بیعت لینے میں کامیاب نہیں ہوئی بڑی خاص بات یہ ہے کہ قرآن حکیم کی کھلی ہوئی آیت پیغمبرؐ کا رویہ یہ بتاتی ہے کہ وہ عورتوں سے بھی بیعت لیتے تھے اور حضرت ابوبکر کی خلافت کے موقع پر فاطمہ زہرا سے بیعت کا کہیں ذکر نہیں ہے اور کسی کے دل میں خطور بھی پیدا نہیں ہوا کہ دختر رسول سے بیعت لی جائے جب جانشینی مکمل ہو گئی فاطمہ زہرا کو بیعت سے مستثنیٰ کرتے ہیں اور علی پر یلغار اس کا کیا مطلب ہے۔

فدک کی ضبطی سیرت معصومہ میں بحث کے بعد اگر اس محل پر ہم موضوع کو نظر انداز کر دیں تو واقعات زندگی میں وہ خلا ہو گا جو کسی طرح بھی بھر نہیں سکتا خاتون محشر کے بعد فدک ان کی اولاد کا حق تھا اور علی مرتضیٰ روحی فداہ بحیثیت شوہر اپنے سہم کے مالک تھے لہذا ان کی حق تلفی کا اظہار جس قدر ضروری ہے اس سے زیادہ ستم یہ ہے کہ ان کی گواہی حکومت نے رد کی جو نص قرآن کی روشنی میں رسالت پر گواہ تھے اس کی گواہی مسموع نہیں ہوئی اقتدار کا یہ دوسرا فعل تھا اور تیسری بے اعتنائی تعلیمات قرآن پر عمل نہ کرنے میں وہ خودغرضانہ رویہ تھا جس پر تاقیامت افسوس ہوتا رہے گا۔

کتاب و سنت کا سہارا لینے والے آیات قرآن سے قطعی دور رہے آیات محکمات میں پہلی آیت یہ ہے ورث سلیمان داؤد

سلیمان اپنے باپ داؤد کے وارث ہوئے دوسری آیت مقرر زکریا
ہے ان کو جب اولاد کی خواہش ہوئی عرض کیا ھب لی من لدنک
ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب خدایا تو مجھ کو اپنی سرکار سے
ایک جانشین عطا فرما جو میری اور یعقوبؑ کی میراث کا مالک ہو علاوہ
سلیمان اور زکریا نبی سے یہ دستور ہے جس پر نبی کے گھرانے عامل
ہیں اور اس خیال میں کہ مبادا دنیا یہ نہ سمجھے کہ اگلی شریعت کا حکم
تھا اب وہ رائج نہیں کھلی ہوئی لفظوں میں پھر فرمایا یوصیکم فی
اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین مگر یہ تمام آیتیں فدک کے مطالبہ
پر حسبنا کتاب اللہ کہنے والوں نے نظر انداز کیں سیدہؑ کے مطالبہ
پر جواب ملا لا نورث ما ترکناہ صدقہ ہمارا کوئی وارث نہیں
جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے بخاری اور مسلم میں ہے کہ
اس جواب پر سیدہ غضبناک ہوئیں اور مرتے وقت تک غصہ دور
نہیں ہوا اولاد کا درجہ صحابی سے بہتر ہے اور عجبا وقت فاطمہ کو احادیث
نبوی یاد رکھنے کا ملاوہ خلفا کو نہیں ملا پھر کیوں کہا جاتا ہے کہ اس
حدیث کو سیدہ نہ جانتی تھیں اور اگر جانتی ہوتیں تو باپ کے قول
کے خلاف ہرگز فدک کا مطالبہ نہ کرتیں قابل غور بات یہ ہے کہ اس
حدیث کے راوی صرف حضرت ابوبکر ہیں اور ان کو خود بھی اس طبع زاد
حدیث پر ندامت تھی سیّدہ نے جب یہ انوکھا جواب سنا تو بیساختہ
کہا اترث اباک ولا ارث ابی تم تو وارث پدر ہو اور میں محروم الارث

اس پر دہ ردے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اس سوال و جواب پر حیرت کا اظہار کیا ہے وہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ اگر میں یہ کہتا ہوں کہ سیدہ اس حدیث سے بے خبر تھیں تو یہ بہت بعید ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ سیدہ کو سننے کا اتفاق ہوا تھا تو اس حدیث کے سننے کے بعد حکومت سے نقل روایت کو قبول کر لیتیں حالانکہ انہوں نے غصہ کیا یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ سیدہ کا غضب ناک ہونا حدیث کے پہلے تھا اگر ایسا ہوتا تو غصہ فرو ہو جاتا اور آخر وقت تک ناراض نہ رہتیں۔" اس تقریر کا نتیجہ ظاہر ہے معصومہ نے حدیث کو غلط سمجھا اور وراثت سلیمان داؤد سے استدلال کیا اور حاکم وقت جواب الجواب نہ دے سکے اور جب گواہ طلب کیے اور سیدہ نے شاہد پیش کیے تو حسنین کی گواہی رد کی بچہ ہونے سے یہ ظلم بالائے ظلم تھا ام ایمن پر لونڈی ہونے کا عذر کیا اور علی شوہر تھے اس طرح تمام گواہیاں رد ہوئیں اور شرم نہ آئی حسنین جنہوں نے مباہلہ میں نانا کی نبوت پر شہادت دی حالانکہ اس وقت شاہزادوں کا سن اور کم تھا

یہ رویہ تو اہلبیت کے معاملہ میں تھا اور جب اپنا دل چاہا تو ایک معمولی صحابی خزیمہ کی گواہی کو دو عادل گواہوں کی شہادت کے مساوی قرار دے کر ان کو ذوالشہادتین کا لقب دیا یہ انقلاب وہ مکمل انقلاب ہے جس کی تصویر کشی جس نے کی خوب کی ۵

گر ترا باور نمی آید ز روئے اتقیا
حق زہرا خوردن و پیش پیمبر داشتن

معصومۂ عالم کی غم انگیز زندگی

علیؑ و فاطمہ کی زندگی صبر و شکیب سے بسر ہوتی رہی اور قدرت نے اپنے منتخب روزگار ماں باپ کو دو بیٹے اور دو بیٹیاں عطا کیں پانچویں ولادت بھی ہونے والی تھی پورے دن ہونے سے پہلے خاندان کا چراغ گل ہوا سرور دو عالم نے بہت تیز بخار میں قضا کی تھی زینب و ام کلثوم بے پدر ہوئے خاتون جمال کا جنین دروازہ پر ہنگامہ کرنے سے تیغ میں شہید ہوا جائداد سے محروم ہوئیں احقاق حق کی ساری جدوجہد بیکار ہوئی دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور یہاں کا بویا ہوا بار بہتر صورت میں دستیاب ہوتا ہے مگر مظلوم کو دنیا میں ظلم و ستم پر صبر کا پھل ملتا ہے۔ اور جان و مال کی قربانی رائیگاں نہیں جاتی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ معصومہ کی املاک غصب ہونے کے صلہ میں ربّ العزّت نے بخار کو ان کا مطیع منقاد قرار دیا ہے دعائے نور نے لاتعداد تپ کے مریضوں کو شفا دی اور آج بھی اکل حلال اور صدق مقال والے معصومہ کی تعلیم کردہ دعا کی برکت سے بخار کے آثار مٹتے ہیں۔

یہ دنیا کا عظیم ترین حادثہ اور انقلاب زمانہ کا سب سے بڑا کرشمہ ہے کہ جس کے گھر سے عزت پائی جس نے کافر و مشرک کو مسلم بنایا جس نے ان بدنصیبوں کے احوال روز پر کبھی نظر نہیں کی اس کی

اکلوتی بیٹی پر مصیبت کے پہاڑ گرائے اس المناک محل پر معصومہ نے جو مرثیہ پڑھا تھا اس کو محدثین، مورخین، سیرت نگار، ارباب ادب سب نے یاد رکھا اور مقبولیت کی یہ حد ہے کہ درسیات کی کتابوں اور نحویین میں مولانا عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ شرح کافیہ میں بغیر نام کے نقل کرتے ہیں ۔[۱]

صبت علی مصائب لو انھا — صبت علی الایام صرن لیالیا

اور محشی شرح جامی بیت میں لکھتا ہے ھذا البیت ما قالہ فاطمہ علیہا السلام فی مرثیۃ النبی صلی اللہ علیہ و الہ او لہ ما ذا علی من شم تربۃ احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا (الی ان قال) وقد ترجم بعض شعراء العجم ھذا البیت کقولہ

بجانم ریختہ چنداں غم و درد و مصیبتہا کہ بر روز ار بریزند گردد تیرہ چوں شبہا

(ترجمہ حاشیہ) :- یہ بیت وہ ہے جو فاطمہ کی کہی ہوئی نبی خدا کے مرثیہ میں ہے پروردگار ان حضرت پر درود و سلام بھیجے اس سلسلہ کا ایک شعر یہ تھا:۔ تربت احمد کی خوشبو سونگھنا مجھ پر فرض ہے کیونکہ اگر خوشبو نہ سونگھوں تو زندہ نہ رہوں ۔

ایران کے بعض شاعروں نے فارسی میں یہ ترجمہ کیا تھا ۔

حاشیہ مولوی نعمت اللہ کا ہے اور ہم سوانح حیات معصومہ ...

---

[۱] ۔ فوائد ضیائیہ شرح جامی ص ۱۷ طبع طہران

یہ مرثیہ ۹ عدد کتابوں کے حوالے سے درج کر چکے ہیں مرثیہ دس شعروں پر مشتمل صورت حال یہ تھی کہ اس دن کی خبر سرورِ دو عالم کو بھی تھی اور شیرِ خدا بھی جانتے تھے قرآن پکار پکار کر کہہ چکا تھا افإن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم (آیت نمبر ۱۴۴ سورہ آل عمران) رسول اگر مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے۔ میں نہیں کہتا احمدؒ اور نسائیؒ محدثین و مفسرین بھی یہی کہتے ہیں آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے شرم آتی ہے عیسائی اور آریہ غیر مسلم کیا کہیں گے۔ سعدی از دست خویشتن فریاد۔

وفات فاطمہ زہرا

یہی وہ دور تھا کہ مولا پر مصائب کا ہجوم تھا آج بھی الیکشن کے زمانہ میں توڑ پھوڑ آگ لگانا عادت ہے اور نقضِ امن پر تعجب نہیں ہوتا مگر کہنے والے کی زبان کوئی پکڑ نہیں سکتا مسٹر کینیڈی نے مسز اندرا گاندھی کو حکومت تفویض کر دیا اور اپنے لیڈر کا اتنا خیال رکھیں اور مسلمان غمخوار ہوتے ہوئے رسول زادی کا گھر برباد کر دیں آؤ پیر دن گھر سے بھگاؤ۔ کہاوت اسی ثقافت کی بارگاہ سے حضرت علیؑ کی مصروفیت اور اشتغال کا کیا کہنا سات دن میں قرآن جمع کیا، بیت الحزن کی عمارت بنوائی، احقاقِ حق میں خطبے[۱] پڑھے دشمنوں کی یلغار میں مدافعت کی، مصحف فاطمہ لکھا جو نبیؐ کی لمبی عبادتوں پر مشتمل تحریر ہے کہ روزِ قیامت تک کے حالات درج ہیں فاطمہ زہرا کہتی جاتی تھیں اور مولا لکھتے جاتے ہیں الزہراء میں اسی کتاب پر تبصرہ

---

۱ نقابۃ المہمہ در احوال الی الائمہ ج ۱ ص ۶۲

ہو چکا ہے ذہن اس قدر حاضر ہے کہ اتنے مصائب میں بھی فکر اپنا کام کرتی ہے سرکار دو عالم کی وفات پر جو مرثیہ پڑھا اس کا ایک شعر یہ بھی ہے ؎

لقد غشینا ظلمة بعد موته — نهاراً فقد زادت علی ظلمة الدجی

عجم نژاد مترجم نے فارسی میں یہ ترجمہ نظم کیا ہے ؎

از موت نبی بر دل ما هیبت آید — صد تیر بلا بر جگر ریش آید

آفاق جہاں بچشم ما تاریک است — این روز سیاه از کجا پیش آید

رسول کی موت کے بعد ہم پر تاریکی چھا گئی اور دن دہاڑے رات سے زیادہ اندھیرا ہو گیا نہیں کہا جا سکتا کہ علیؑ و فاطمہؑ میں کس کا شعر پہلے دکھتے ہوئے دل و دماغ سے نکلا یا ذکر معصومہ کہہ چکی ہیں صبت علی الخ

رفیق زندگی کی نا وقت وفات پر آپ نے جو مرثیہ پڑھا وہ بھی اپنے مقام پر موجود ہے یہ دو شعر قابل غور ہیں ؎

حبیب لیس یعدله حبیب — وما لسواه فی قلبی نصیب

وہ دوست جس کی برابری کوئی دوست نہیں کر سکتا اس کے سوا میرے دل میں کسی کی جگہ نہیں۔

حبیب غاب عن عینی وجسمی — وعن قلبی حبیبی لا یغیب

دوست آنکھوں سے تو اوجھل ہے اور میرا پا اس کو دیکھ نہیں سکتا مگر دل سے دوست غائب نہیں ہے۔

سید علی ہمدانی[1] نے وفات معصومہ سجدہ میں قرار دی ہے یہ حادثہ ۱۳ ربیع الآخر ۲۰۱ ہجری کا تھا امام الاولیاء نے عموماً مردوں کے بیٹے بی بی کا غم منانے میں جو جد مقرر کی ہے وہ ایک ماہر نفسیات ہی کر سکتا ہے موت الزوجہ حزن ساعۃ رفیق زندگی کا مرنا ایک ساعت کا رنج اور صدمہ ہوا کرتا ہے مگر عالم باعمل ہوتے ہوئے اس خاتون کی رحلت کا وہ اثر تھا کہ گریبان پھاڑا اور مسلمانوں کی بڑی بے توجہی میں پیکر عصمت وطہارت کو سپرد خاک کر دیا غم کی فراوانی دختر رسولؐ کی حیثیت میں تھی ہجوم آلام اور ستم رسیدہ ہونیکی جہت سے بھی پیغمبرؐ کے پہلو میں دخترؐ کو جگہ ملتی مسلمانوں کا بھی فرض تھا ہوا شمندر نماز جنازہ میں شریک ہوتا تعزیت کے فرائض ادا کیئے جاتے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

معصومہ کے بعد اعقد کئے بعد دیگرے کیئے اور کنیزوں کی تعداد کا سیرت نگاروں نے اظہار نہیں کیا عدل کا یہ عالم تھا کہ نہ ازواج میں کبھی اختلاف خیال ہوا نہ سوتیلے بھائیوں میں جھگڑا ہوا اور نہ دشمنوں کو بدنام کرنے کا اچھا موقع ہاتھ آتا محمد حنفیہ اور ابو الفضل العباسؑ تمام تو اطاعت کی منزل پر بھائیوں کی سرکار میں شمس و قمر کا درجہ رکھتے ہے موت میں یہ دیکھو واقعہ کربلا میں اولاد امیر المومنین میں کتنے نفوس کام آئے

---

[1] مودت القربیٰ صہ ۲۴ مکینہ ممتاز العلماء کی صحیح پر معصومہ کے وہ ایا کا بھی ذکر ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ زاد العقبیٰ کے نام سے ۱۹۲۶ء میں لاہور کے کتب خانہ امامیہ سے فروخت ہوتا تھا۔

قرآن اور علیؑ

قلم باید کہ از اشجار باشد — مداد از ابحر زخار باشد
حیات خلق گرود حرف مدحش — رقم آنگہ شود یک حرف مدحش

انسانی یادداشت اگر حقائق کو ملحوظ نہ رکھتی تو ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے فضائل و مناقب ضبط و تدوین کی حدود میں نہ آتے اور سینہ کا علم سفینہ کی صورت میں آنے پر وہ تابندہ نقوش صفحہ قرطاس پر نمایاں ہوئے جو دشمنان اہل بیت کے مٹانے سے محو نہیں ہوسکے مدح و ثنا کی عزت حاصل کرنے والے آج سے بہت پہلے پکار پکار کر کہتے تھے کہ جتنی آیتیں حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئیں اس تعداد میں کسی انسان کی شان میں قرآن نازل نہیں ہوا[1] میدان تفسیر کا راہبر مجاہد آپ کی شان میں نازل شدہ ستر آیتیں قرار دیتا ہے ابن عباسؓ تین سو آیتیں شمار کرتے ہیں علامہ حلی فرقہ شیعہ کے مشہور عالم دین نے اپنی کتاب کشف الحق اور نہج الصدق میں جس قدر آیات قرآن شان علیؑ میں سپرد قلم فرمائے ہیں اس سے زیادہ آیات قرآن کا اثبات حضرت قاضی نور اللہ

---

[1] صواعق محرقہ ابن حجر [2] تاریخ الخلفاء سیوطی۔

شوشتری علیہ الرحمہ کے قلم ہدایت شیم سے اتفاق الحق میں ہوا
اور آخر میں مفتی سید محمد عباس صاحب قبلہ شوشتری نے روائح القرآن
میں ذمہ دارانہ حیثیت سے سب سے زیادہ آیات قرآن پیش
کیئے اور زمانہ نے بڑی عظمت سے اس کاوش کو دیکھا۔[۱] استاد
کی سرکار سے اس خدمت پر دو لب طا اجازہ مرحمت ہوا جس کے
زیر نظر رکھنے کی اپنے ورثہ اور جانشین کو وصیت[۲] کی۔ یہ سند اعزاز
نوشتہ سید العلماء کتاب مذکور کے ساتھ طبع ہو چکی ہے ابتدائے شباب
میں استفادہ کا شرف حاصل ہوا اور جوانی کی طاقت و توانائی صرف
کر کے برسہا برس کی محنت میں اسی موضوع پر خود قلم اٹھایا اور فوائح
الجنان کی کئی جلدوں میں تدوین کی عزت حاصل کی۔ اس کتاب کے
قطعہ تاریخ میں اخوی سید العلماء مولانا سید علی نقی سلمہ اللہ القوی نے
دل کھول کر مدح کی طولانی اشعار کا اقتباس یہ ہے۔

اس زمانہ میں ہوئی تصنیف اک اعلیٰ کتاب — جس میں ہے تفسیر قرآں اور صحفِ مرتضیٰ
وہ لکھی ہیں آیتیں ایسی جو تفسیر و شرح — جو زبانِ حرف سے کرتی ہیں حیدر کی ثنا
پونے دو سو آیتیں مذکور ہیں تفصیل سے — جو ہر اک ہے کاشفِ شانِ وصیِ مصطفیٰ
ہیں تفاسیر و مواعظ کے مطالب جمع — حبذا اس کو کہیں برجِ ہدایت بجا

۱؎ سید العلماء سید حسین علیین مکان نجلی نخزال آیت ۲؎ کتاب نسب سادات
از سید اکبر حسین رضوی امروہوی مخطوطہ ص ۱۲۵ اصل نسخہ از کتب خانہ دانشمندان امروہہ ضلع مرادآباد۔

سات جلدوں میں مرتب ہے کتاب لاجواب — دیکھ کے جس کی بندش کو چمکیں ساتوں سما
ہر سطر ہے روکشِ زلف ازہ کہکشاں — نقطے تارے بن گئے ہیں چاندنی ہر حاشیا
دائرے ہیں لفظ یا محمل ہیں لیلائے معنی — دیکھ کر ہر کرن شعاعِ مہر کا دھوکا ہوا
ہر سطر اس کی ہے شاخ بارور نقطے ہیں پھول — لطف ہے ہامون باغ تازہ ہے یا روضِ خلد کا
خوشبوئے جنت کی پھیلی جب تو قائم نے کہا — نکہت گلزار جنت لائی ہے باد صبا ۱۳۴۲ھ

اس قلمی خدمت کو سرکار عم منتظم نقیبہ اہل بیت مولانا السید ابوالحسن صاحب اعلی اللہ مقامہ پرنسپل مدرستہ الواعظین لکھنؤ حسرت بھری نظر سے ملاحظہ فرما چکے ہیں یہ آغاز زندگی کا تحفہ تھا اور ہجرت کے دور ابتدا میں جب قرآن حکیم پر اسلامی نقطۂ نظر سے لگاؤ کی اور مصر و بیروت و لیڈن وغیرہ کے مطبوعات کو کھنگالا تو اور زیادہ ٹھوس انداز سے ۱۸۰۔ آیات پر اعتبار کی تائید حاصل کی یہ ذخیرہ ترجمہ قرآن کے فٹ نوٹ کی صورت میں چھپنے والا تھا جو لیڈر انہ ہوا میرے لئے ناممکن ہے کہ بصیرت حضرت امیرؑ میں اس بحث کی تکمیل کا ارادہ کروں نہ وقت میں گنجائش ہے نہ سرمایہ ہے جو عنوان کو طول دوں ناظرین کو چند باتیں دل نشین رکھنا چاہئیں۔

(۱) خود حضرت امیرؑ کا ارشاد ہے کہ ربع قرآن ہماری شان میں نازل ہوا اور دوسری ربع میں ہمارے دشمنوں کی قدح ہے یہ حصہ بھی آپ سے وابستہ ہوا تیسرے ربع میں تاریخی نوٹ اور کہاوت (امثال FABLES)

۱؎ ارجح المطالب ص۵۵ از مناقب ابن مردویہ

ہیں یہ جز بھی آلِ محمدؐ کی تعبیک سے خالی نہیں اس لیے کہ انبیاء کے
مشکلات زندگی میں نورِ محمدؐ و آلِ محمدؐ وسیلہ ہوا آدمؑ کی توبہ قبول کی
نوحؑ کا بیڑا پار کیا موسیٰؑ و ہارونؑ کی مدد کی ابراہیمؑ کو خلعتِ استقلال پہنایا
کبھی خنجر بکف کانپتے ہوئے ہاتھ کو ذبحِ فرزند سے روکا خلافتِ داؤدؑ
کو انہیں کی محبت نے کامیاب بنایا یوسفؑ انہیں کی چاہ سے تختِ
سلطنت پر پہنچے خضرؑ کو راہ بتائی سلیمانؑ ہوا خواہ تھے عیسیٰؑ محبت
کا دم بھرتے تھے غرض انبیاء میں کارفرما آلِ محمدؐ تھے اور یہ دعویٰ تشنۂ
دلیل نہیں ہے ؎

بیخ زمقدم او مژدہ گوئی کلیم زمشعل او شعلہ جوئی

فرعون اور ہامان و قارون کی بربادی میں کس کا ہاتھ تھا جادوگروں نے
کلمہ طیبہ کس کے برکات سے پڑھا ؎

کلیم از ریسمانے چند ترسید تو کشتی اژدہا در خورد سالی

ثابت ہوا کہ قرآن شریف کا تاریخی مواد بھی نورِ محمدؐ سے متعارف
کرتا ہے اب رہا قرآن کا آخری ربع یعنی ۱/۴ میں واجبات اور احکام ہیں
اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ عبادت بغیر حبِ آلِ محمدؐ قبول نہیں ہے اور
آلِ رسولؐ سے بے تعلق انسان سرنگوں دوزخ میں پہنچے گا لہٰذا اس
نظریہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے پورا قرآن دامنِ عصمت و طہارت سے
وابستہ ہے اور ہم تو یہ کہتے ہیں کہ بائے بسم اللہ کتابِ خدا کا پہلا حرف
اور سورۂ ناس میں آخری حرف سین ہے دونوں کے اتصال سے "بس"

کی لفظ ہاتھ آتی ہے حضرت امیرؑ کا بارِ بسم اللہ میں نقطہ ہونا[1] اپنی جگہ
ثابت ہے تو ذاتِ مولا سے قرآن کی ابتدا اور حرف (س) کے ۶۰ عدد
ہیں جو واقعہ کربلا کا سال ہے شہادت حسینؑ کی یاد پر اختتامِ قرآن اور
اہلبیت کے اتحاد پر ایک واضح اشارہ ہے اور اس نکتہ میں توانائی
اس وقت پیدا ہوتی ہے جب صفحہ تفسیر پر ہم معوذتین کا سبب نزول
یہ دیکھتے ہیں کہ حسنینؑ بیمار پڑے تھے اور خدا نے ان کے تعویذ کے لئے قل
اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس دو سورے نازل کیے۔

اس نظریہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے پورا قرآن دامنِ عصمت و طہارت
سے وابستہ ہے اگر اس بحث کو مسلم اکثریت شاعرانہ سمجھے اور عقیدت
کا درجہ دے تو وہ لوگ جو قرآن میں کم و بیش ۶ ہزار آیتیں شمار کرتے
ہیں ان کو قول علیؑ "ربع فینا" کی روشنی میں کم از کم ڈیڑھ ہزار آیتیں
شانِ علیؑ میں تسلیم کرنا پڑتی ہیں۔

(۲) محمد بن مسلم ایک معتبر اور سچا راوی پانچویں امام کا صحبت نشین
ہے اس صحابیِ امام کے حکمت افروز قول سے قرآن مجید کا حل جو کچھ
ہم تک پہنچا ہے وہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے اس جلیل صحابی نے
امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد نقل کیا ہے آپ فرماتے ہیں۔
اے ابو محمد جب تم سنو کہ خدا نے اس امت کا اچھے لفظوں میں

---

[1] ینابیع المودہ ص ۱۲۴ و نفائس الس[illegible] ص ۵۵

کہیں تذکرہ کیا ہے تو وہ ہیں اور جب[۱] تمہارے سامنے تک کسی قوم کی برائی زبان قدرت سے پہنچے تو وہ ہمارے دشمن ہیں۔ اس قاعدہ کلیہ سے ایک ثبوتی حق حاصل ہوتا ہے جو مدح گستر کو قرآن کے آیات کی روشنی میں سرکار ائمہ طاہرین سے حاصل ہے اور ان اختیارات کے استعمال ناحق ہم کو وہاں حاصل ہے جہاں نفس امامت دستیاب نہ ہو۔

پیغمبرؐ اور علیؑ

بڑا وسیع عنوان ہے نور نبوی سے جس کی خلقت ہوئی جو جسدی پیکر میں آنے سے پہلے متحد رہا جس کی مدح و ثنا میں پیغمبر کی عمر گذری جس کے تعارف میں دعوت عشیرہ سے غدیر تک گھر کی باہر زندگی میں پہچنواتے رہے اور وقت آخر بستر مرض پر حدیث ثقلین میں آخری بار پہچنوایا اس کی شخصیت اور ذاتی عظمت اور مستقبل کے پُر آشوب دور میں تعارف کے لیے دو حدیثیں کافی ہیں زبان رسالت جو در حقیقت دو نہیں ایک ہیں پہلی حدیث میں جو فرمایا تھا وہ مجمل تھا دوسری میں تشریح فرمائی اب بھی کوئی گاؤدم نہ سمجھے تو حجت تمام کر چکے مقصد ہدایت ادا ہو گیا نہ سمجھنے والے دھاندلی اور ہٹ دھرمی کے الزام میں مجرم ہیں سرکار دو عالمؐ نے فرمایا اے علیؑ حربک حربی

---

[۱] تفسیر صافی۔

تجھ سے جنگ مجھ سے لڑائی ہے ۔ دیکھو

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۴۲ طبع مصر

(۲) مشکوۃ شریف ج ۲ ص ۲۸۸ حدیث نمبر ۵۸۶۱

(۳) صواعق محرقہ حدیث نمبر ۱۶ ص ۱۱۴

(۴) ذخائر العقبیٰ محب طبری ص ۲۵

(۵) مطالب السئول ص ۲۷

(۶) ارجح المطالب ص ۶۰۷

(۷) مناقب المرتضیٰ ص ۲۹۰ وغیرہ اگر مسلمان حدیث نبوی پر عامل ہوتے تو مولائی پوری زندگی پرامن اور ہر دل عزیز گذرنا چاہئے تھی۔ نبی کی سچائی اور دور اندیشی دیکھو کہ صفین وجمل و نہروان کے منظر ان کی نگاہ کے سامنے تھے جن کا مقابلہ تھا ان کی بھی خبر دی یہ کہکر (دشمن جب بار بار چڑھ کر لڑنے آئے گا) انہ قاتل الناکثین والمارقین تو وہ بیعت شکن طبقہ اور دین سے نکل جانے والوں سے جنگ کریں گے دیکھو۔

(۱) ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۴۰

(۲) اربعین فخر الدین رازی ص ۱۵

(۳) مناقب اخطب خوارزم

(۴) کنز العمال ص ۵۸ ص ۸ و ص ۸۸ ج ۶

(۵) ینابیع المودۃ ص ۲۲۰

(۶) ارجح المطالب ص ۴۴

(۷) مناقب المرتضیٰؑ کاکوری شریف ص ۱۱۵

مسند قضا پر علمی خدمات

بڑا وسیع عنوان اور سیرت کی جان ہے علماء نے آپ کے فیصلے لوگوں میں اختلافات پر لیے بہت افروز جوابات کے پانچ باب قرار دیئے ہیں عہد رسولؐ کے فیصلے : پہلی خلافت کے مشکلات میں جوابات دوسری حکومت میں مسائل کا حل تیسرے دور میں استفسارات پر تحقیقات حکومت ظاہری کے فیصلے اس قدر ہیں کہ ایک کتاب بن جائے اور علماء نے اس موضوع پر[1] مستقل کتابیں لکھی ہیں مگر افادات علمیہ کا احاطہ نہیں ہو سکا ۔

مفتی ہر چار دفتر خواجہ ہشت خلد
اور ہر شش جہت اعظم یا امیر المومنین

اس سلسلہ میں صرف دو قضیئے لکھے جاتے ہیں جو آپ کو عنوان بالا میں نہ ملیں گے ۔

(۱) حکومت کو قیصر روم کا استفسار بایں طور وصول ہوا کہ وہ کون سورہ ہے جس میں سات آیتیں ہیں اور حروف تہجی میں سے سات حرف نہیں ہیں اس سورہ کی تلاوت کرنے والے پر جہنم کے سات دروازہ بند ہوتے ہیں ۔ حفاظ ورطہ حیرت میں پڑ گئے قاریان قرآن ذوق جستجو میں کام

[1] آقا محمد تقی نجفی تستری نے ۱۹۵۰ء میں عراق سے کتاب شائع کی ۔

یاد کرنا تو آسان ہوا مگر افہام و تفہیم بڑی مشکل شئی ہے جب مسئلہ حل نہ ہوا تو مولا سے رجوع کی آپ نے قلم اٹھا کر جواب لکھا اور اپنی مہر کی، تحریر کیا کہ وہ سورہ فاتحہ ہے جس میں سات آیتیں ہیں اور ث - ج - ز - ش - ظ - خ - ف (سات حرف) نہیں ہیں تم کو راہ راست میں شبہ ہے اہل سنت کے عالم محمد صالح حسینی ترمذی کشفی کی تحریر ہے۔[1]

چوں قیصر روم بخواند حقیقت دین اسلام بروئے منکشف گشت واما بقوام خود اظہار نتوانست کرد بدل قبول اسلام نمود اسیران اہل اسلام را باز فرستاد۔

قیصر روم نے جب پڑھا تو اسلام کا حق ہونا اس پر واضح ہوا اور دل و جان سے اسلام لایا مگر قوم پر تبدیلی مذہب کو ظاہر ہونے نہ دیا اور جو مسلمان وہاں قید تھے ان کو زندان سے رہا کیا۔ یہ واقعہ عربی کی تفسیر اکبر منبع عیون معانی[2] میں ملا مبارک کے قلم سے نذر قرطاس ہوا ہے اور ملا نے جواب کو ابن ابی کعب کا ظاہر کیا ہے اس تبدیلی کا ان سے شکوہ نہیں ہے تقیہ میں یہ تفسیر مرتب ہوئی ہے اور ان کے مسلک کی یہ سپر ہے اسلوب نگارش شکایت اور تحریف کا سخت الزام امام[3] رازی پر عاید ہوتا ہے کہ وہ مولا کے شعر کو جو دیوان کے بگفت

---

[1] مناقب ترمذی صفحہ ۱۳۸ طبع بمبئی ۱۳۲۱ھ [2] یہ تفسیر مخطوطات مکتبہ ممتاز العلماء میں موجود ہے اور نوادر میں ہے [3] تفسیر کبیر مفاتیح الغیب صفحہ ۱۲۹ جلد ۲ چاپ مصر مطبع حسینیہ

نسخوں میں موجود ہے

انما امہات الناس اوعیۃ   مستودعات وللآباء ابناء

اس بیت کو ماموں رشید کا کلام ظاہر کیا ہے امیرالمومنین کا نام لکھنے پران کا قلم تیار نہ تھا اور ماموں رشید قائل اولاد علیؑ سے رشتہ عقیدت مستحکم کیا۔

(۲) شیخ بہاءالدین عاملی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے کہ[1] ایک اعرابی خدمت حضرت امیرؑ میں آیا اور پوچھا کہ میں نے کتے کو بکری سے جفت ہوتے پر بچہ پیدا شدہ جو دیکھا اس کو حلال سمجھوں یا حرام گوشت کیا حکم ہے۔

مولا :- اس کی کھلائی کا اعتبار ہوگا اگر گوشت خوار ہے تو کتا گھاس کھاتا ہے تو بکری۔

اعرابی :- وہ کبھی گھاس کھاتا ہے کبھی گوشت۔

مولا :- وہ کبھی چرتا اور گھاس کھاتا ہے تو پانی پینے کے انداز کو دیکھو اگر برتن میں منہ ڈال کر پیتا ہے تو بکری اور اگر زبان کی طرح سے سیراب ہوتا ہے تو کتا۔

اعرابی :- کبھی منہ ڈال کر پانی میں پیاس بجھاتا ہے اور کبھی زبان کے سہارے پیتا ہے۔

مولا :- تو پھر رفتار دیکھو گلہ کے بیچ میں وہ چلتا ہے یا آگے بڑھ جاتا ہے، آگے بڑھ جاتا ہے تو بکری ہے اور ہمیشہ پیچھے رہتا

---

[1] انیس الخاطر وجلیس المسافر عربی جلد ۲ صفحہ ۱۶۲

ہے تو سگ۔

اعرابی: اس کا کچھ ٹھیک نہیں کبھی پیچھے رہتا ہے کبھی گلہ میں۔

مولا:۔ بیٹھنے کا انداز دیکھو اگر شکم زمین سے ملا کر بیٹھتا ہے تو بکری اور اگر گردن اور سینہ اٹھا کر تو کتا ہے۔

اعرابی: وہ کبھی اس طرح بیٹھتا ہے کبھی اس طرح۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعرابی ہٹ دھرمی کر رہا ہے اور گفتگو میں طول دینا منظور ہے اب اس کو باب مدینہ علم سے آخری جواب ملتا ہے۔

مولا:۔ ذبح کر کے دیکھو اگر معدہ رکھتا ہو تو بکری ہے اور اگر معدہ نہ ہو آنتیں ہوں تو کتا ہے۔

اعرابی اس جواب پر مبہوت ہو گیا یہ واقعہ بتاتا ہے کہ آپ کو علم الحیوان پر کامل عبور تھا۔

اس قسم کے بکثرت مواقع ہیں جب میں حکومت کو کہنا پڑا بار بار لولا علی لہلک عمر اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر کی ہلاکت یقینی تھی دیکھو۔

(۱) اربعین فخر الدین رازی ص ۴۶۶

(۲) استیعاب جلد دوم ص ۴۶۱ طبع حیدر آباد دکن

(۳) ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۹۴

(۴) ازالۃ الخفا جلد ۲ ص ۱۵۹

(۵) غرائب القرآن برحاشیہ تفسیر طبری پ ۲۶ حاشیہ ص ۱۰۔

(۶) مختصر معانی ص ۹۲

(۷) ینابیع المودۃ ص ۷

(۸) ارجح المطالب ص ۱۶۱

(۹) لغات الحدیث وحید الزماں ص ۳۹

(۱۰) نفائس المتین کاکوری ص ۷۳ و ۷۵

اس مطلب کو خلفاء نے بالفاظ دیگر بھی کہا ہے خدا[1] مجھے آپ کے بعد باقی نہ رکھے کبھی یہ کہا میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں اس قوم[2] میں رہنے سے جس میں ابو الحسن نہ ہوں بعض محققین نے لولا علیؑ کا فقرہ ان[3] حضرت کی زبان پر ستر دفعہ جاری ہوتے شمار کیا

آپ کی نماز عبادت خدا میں خضوع و خشوع یاد الٰہی سے گریہ و زاری شوق عبادت تو آپ دوسری کتابوں میں دیکھیں مجھ سے جو کوئی بے خبر اور اکثریت سے مرعوب پوچھتا ہے کہ حضرت علیؑ کیا ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے تو اس بے شعور کو میں کیونکر سمجھاؤں حقیقت کیا ہے جب تک وہ رشتہ قرابت سے مطلع نہ ہو نبیؐ و علیؑ ایک اصل کی دو شاخیں جو عالم انوار سے متحد رہنے کے بعد تصدیق رسالت میں ہر کلمہ گو سے پہلے نصرت و مدد میں سب سے آگے بزم میں جب سناٹا تھا اس وقت سے آواز پر لبیک کہا یقیناً

۱؎ ریاض النضرہ ج ۲ ص ۱۹۷ و نفائس المتین ص ۷۳ ۲؎ ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۹۷ ۳؎ مکتب اسلام ص ۵۲۸۔

اسی طرح نماز پڑھتے تھے جس طرح پیغمبرؐ نے نماز پڑھی اور ان کے گھر کا
ہر بچہ بوڑھا آزاد اور غلام کی نماز یکساں تھی باقی لوگ کوئی ایمان میں[1]
پچاسویں نمبر پر اور دوسرے صاحب ۵۴ مرد اور ۲۱ عورتوں کے بعد[2]
اسلام لائے ان کے ہاتھ باندھنے کو دلیل قرار دینا مضحکہ خیز ہے جس
طرح مرسلؐ نے شعب ابیطالب میں نماز پڑھی کعبہ میں فریضہ ادا کیا
جب اکثریت بت پرستی کے شغل میں تھی اسی طرح اہل بیت نے نماز
پڑھی تیرہ سو برس سے زیادہ کا عمل در آمد تشنہ ثبوت نہیں اور سائل
اگر ہاتھ کھولنے کی صراحت چاہتا ہے تو بحار الانوار جلد ۱۲ کتاب الصلوۃ
میں تصریح موجود ہے کہ وہ جناب نماز میں ہاتھ کھولے رہتے تھے سورہ[3]
فاتحہ کے بعد سورہ توحید پڑھتے تھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ہر سورہ کا[4]
جزو سمجھتے تھے بدعت پسند طبقہ نے نماز میں اگر تبدیلی نہ کی تھی تو
جنگ بصرہ میں لڑائی ختم ہونے کے بعد عمران بن حصین کی روایت ہے
کہ جب مولا نے نماز پڑھائی تو بخاری شریف میں اصل الفاظ یہ ہیں۔
ذکرنا ھذا الرجل صلوٰۃ کنا نصلیھا مع رسول اللہ اس شخص
نے وہ نماز یاد دلادی جو ہم رسول کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اس نماز میں
دوسرا صحابی مطرف کا بھی مصدقہ اعلان ہے صلوٰۃ علی صلوٰۃ محمد صحیح
بخاری ج ا صـ۱۰۸ علی کی نماز پیغمبر کی ایسی نماز ہے۔ لہذا اصل نماز دیکھنا

---

[1] تاریخ طبری ۲ صـ ۵ [2] تاریخ کامل ۲ [3] بحار ج ۱۲ صـ ۲۱۶ [4] ۱۲ منہ صـ ۲۳۹
۸۵ صـ ۲۳۶

ہو تو سادات کی نماز جو نسل رسولؐ ہیں اور پیروان علیؑ کی نماز دیکھو مالکی بھی ہاتھ کھول کر پڑھتے ہیں اور امام شافعیؒ بھی جواز کے قائل ہیں عبداللہ بن زبیر خود صحابی اور صحابی کے بیٹے اور حضرت ابوبکر بن قحافہ کے نواسہ اور ام المومنین بی بی عائشہ محترمہ کی گود کے پالےؒ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے اور علامہ محمد معین لاہوری جو محدث دہلوی کے شاگرد تھے در اسات اللبیب ص ۳۴ میں لکھتے ہیں کہ اہل مدینہ سب ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے علامہ برجندی نے اپنی صدق نوازی سے کیا خوب وجہ بیان کی ہے چونکہ روافض شروع سے ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں اس لیئے ان کی مخالفت کی غرض سے ہم لوگ ہاتھ باندھ کر پڑھتے ہیں (شرح وقایہ ص ۱۰۲ اسطر ۱۴ طبع نولکشور)۔

علاوہ ازیں کھلے ہاتھوں نماز پڑھنا مطابق فطرت ہے اور پیدائشی حق ہے اور ہاتھ باندھنا دوران خون روکتا اور تصنع ہے اگر ہاتھ باندھنے ہی میں بندگی کا ثبوت ہے اور بارگاہ الہی کے آداب میں تو کفن میں بدرجہ اولیٰ دست بستہ جانا چاہیئے تھا جو خدا سے ملاقات کا وقت ہے حالانکہ کوئی میت دست بستہ دفن نہیں ہوتی یہ یہودی نظریہ تھا کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۶۹ تیرویں رکوع چھٹے پارے میں (ترجمہ) اور کہا یہود نے کہ خدا کے

۱؎ میزان الکبری امام شعرانی ص ۱۳۸ ۲؎ میزان الکبریٰ ص ۱۳۸۔
۳؎ تیسیر الوصول ص ۲۹۹ باب الصلوٰۃ۔

ہاتھ بندھے ہیں تو انہیں کے ہاتھ بند ہیں اور اپنے اس کہنے میں ان پر لعنت ہے بل یداہ مبسوطتان بلکہ خدا کے ہاتھ تو کھلے ہوئے ہیں اس کے علاوہ سورۂ انعام میں فرشتہ کے کھلے ہوئے ہاتھوں کا ذکر ہے والملائکۃ باسطوا ایدیھم پ ۷ ع ۱۶۔

سورۂ توبہ میں (پ ۱۰) منافق مرد و عورت کے کردار کا جائزہ لیتے ہوئے ارشاد ہوا ہے یامرون بالمنکر وینھون عن المعروف ویقبضون ایدیھم وہ بری باتوں کی تعلیم دیتے اور اچھائیوں سے روکتے اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں نسوا اللہ فنسیھم یہ خدا کو بھول گئے تو خدا بھی انھیں بھلا کر پس ڈال دیگا ان آیتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہودی اللہ کے ید قدرت کو رسن بستہ سمجھتے تھے تو خدا نے کھلے ہاتھوں کا اعلان کیا اس کے ہاتھ کھلے ہوئے فرشتوں کے ہاتھ کھلے ہوئے اور جو دست بستہ ہیں وہ مومن نہیں اور دوسرے مقام پر سورۂ قلم پارہ انیسواں ارشاد ہوتا ہے — افنجعل المسلمین کالمجرمین کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کا ایسا کر دیں گے۔ یہ وہ آیت ہے جس کا ظاہر کیا کہتا ہے جو ذرا بھی عربی زبان سے ذوق رکھتا ہے وہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ صف جماعت میں ہاتھ باندھے ہوئے نمازی کیا ہیں یہ شان مسلمانوں کی نہیں ہے اور نہ خدائی قانون ہے۔

کچھ کہنے والے یہ ہیں کہ نماز کی ابتداء تو ہاتھ باندھ کر ہی شروع ہوئی تھی چنانچہ غیر شیعہ اخبار روزنامہ جنگ کراچی کی ایک اشاعت

میں نظر سے گزرا۔ اسلام کے ابتدائی دور میں بھی ایسے واقعات ہو چکے ہیں آستینوں میں بت رکھ کر نمازیں پڑھنے والے دن رات تسبیح پڑھتے تھے لیکن وہ دل سے اسلام اور بانی اسلام کے ساتھ نہ تھے (دیکھو اخبار جنگ سنڈے ایڈیشن صہ مورخہ ۲۲ رجب سنہ ۱۹۷۰ء)
شاعر ملت اقبالؒ نے اسی کی طرف ضرب کلیم میں اشارہ کیا ہے ؎

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ

جس کا یہ نظریہ ہے اس کا یہ منشا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اسی وجہ سے ہاتھ کھولنے کا حکم ہوا مگر ابتداءً دست بستہ ہونا ذاتی خیال ہے اس کی کوئی بنیاد نہیں۔ عفیف کندی کی تاریخ میں وہ روایت جس میں پیغمبرؐ اور خدیجہؑ و علیؑ کی نماز کا ذکر ہے وہاں کہیں ہاتھ بندھنے کا تذکرہ نہیں۔

مزدوروں کا سرتاج

شام ابد تک تعلیمات حضرت امیر المومنین علیہ السلام سبق آموز ہیں

اسلام کی خشت اول فروتنی اور تذلل (انکسار) ہے جس پر قصر مذہب کا اساس قائم ہو کر کبر و نخوت غرور اور خودداری کے قلعہ کو منہدم کیا۔ سجدہ نماز میں پیشانی کا زمین پر رکھنا جن مادی قوتوں کو توڑ کر نفس کو سرکشی سے ہٹاتا ہے تیمم میں جبین کا گرد آلود ہونا حج میں ننگے پیر کعبہ کا طواف کرنا شاہ و گدا کو ایک لباس ایک انداز

ایک پلیٹ فارم پر دوش بدوش ہونا وہ الٰہی قانون ہے جس سے انانیت کا قلع قمع اور منکسر مزاجی کی تعلیم دی جا رہی ہے۔

ظاہر نظر میں مذہب اسلام نے بنی اسرائیل کے آخری مرسل حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے دین کو منسوخ کر کے نوع بشر کو آئین نو کی طرف دعوت دی لیکن باطن میں وہی توحید عدل نبوت و امامت قیامت کو پھیلایا جس پر آدمؑ سے مسیحؑ تک ہر نبی و وصی نبی دعوت دیتا رہا سلسلہ عصمت میں حضرت ابراہیم کی وہ ذات تھی کہ جن کی شریعت صدیاں گذرنے کے بعد پیغمبر اسلام نے نئی روح پھونک کر زندہ کی ملت ابراہیم حنیف کیا تھا خلعت نبوتؐ اور قبائے خلتؐ اور تاج امامت کے باوجود مزدور بن جانا اور اپنے چہیتے بیٹے اسمٰعیلؑ کو بھی اشتراک عمل پر مامور کرنا سب سے نمایاں پہلو تھا کعبہ کی چاردیواری ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ ایسے مزدوروں نے بنائی تھی ناممکن تھا کہ اس درس کو ان کی ذریت بھول جائے جناب محمد مصطفیٰ صلعم وہ آخری نبی اور نسل ابراہیمؑ کے چشم و چراغ تھے جنہوں نے مزدوری کی اور آقائے دو جہاں کے جانشین حضرت علیؑ نے بھی دنیا کو بتایا کہ مزدور باعزت طبقہ ہے قرآن کے آیات بار بار لب و لہجہ تبدیل کر کے ظاہر کر رہے ہیں کہ یہ حضرات اچھائی کا حکم اور برائی سے روکتے رہے جسے اصطلاح شرع میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کہتے ہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ مزدوری ان حضرات کا ایک مستحسن فعل تھا۔

حضرت امیرؑ کا ارشاد ہے لنقل الصخرة من قلل الجبال احب الیّ من منن الرجال کسی بلند پہاڑ سے پتھر اٹھالانا مجھے گوارا ہے مگر سائل بن کر لوگوں کا ممنون احسان ہونا پسند نہیں، پہاڑی کے پتھر ڈھونا جس کو دنیا زندگی کی سختی قرار دیتی ہے نگاہ علی مرتضیٰؑ میں محبوب ہے اور اس نصیحت خیز مقولہ میں آپ نے ذلت سوال اہمیت کے ساتھ ارادہ کے استحکام کی تصویر کشی کی ہے جو عزت دار انسان کے لیئے سرمہ کش دیدۂ دل ہے۔

مزدوری کا پہلا منظر فاضل وطواط مشہور اسلامی مصنف نے روایت کی ہے واشتریٰ[۱] امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تمراً بدرھم وحملہ فی ردائه فسأله بعض اصحابه حمله عنه فقال ابو العیال احق بحمله امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ایک درہم کے رطب (کھجور) خریدے اور اپنی چادر میں باندھ کر اٹھا لیئے بعض اصحاب نے چاہا کہ اس بوجھ کو وہ اٹھائیں اور آپ نہ لے جائیں تو آپ نے فرمایا کہ جس کے عیال ہوں وہی بوجھ اٹھانے کا حق دار ہے اس سیرت کو بغوی نے بھی سپرد قلم کیا ہے درہم سب سے چھوٹا سکہ ہے نیز یہ واقعہ اس زمانہ میں خرمہ کے نرخ پر بھی روشنی ڈالتا ہے ایک درہم کی کھجوریں اتنی ہیں جو چادر میں باندھ کر اٹھائی جاتی ہیں در آمد اور بر آمد کے دستور نے معیشت کو بگاڑا ہے اگر یہ

---

[۱] غرر الخصائص الواضحة ص ۲۲ طبع مصر۔

نہ ہو تو اب بھی نظام قدرت سے خورد و نوش کی گرانی ناقابل برداشت نہیں ہو سکتی۔

مزدوری کا دور اسیر المنظر روی فی کتاب ورام ان امیر المومنین کان یحتطب و یستقی و یکنس و کانت فاطمہ تطحن و تعجن و تختبز مجموعہ ورام بن ابی فراس علیہ الرحمہ میں ہے کہ حضرت امیر (خانہ داری کے محل پر) لکڑیاں لاتے تھے اور پانی بھرتے تھے اور جھاڑو دیتے تھے اور فاطمہ زہرا چکی پیستی تھیں اور آٹا گوندھتی اور روٹی پکاتی تھیں۔

یاد رہے حضرت شعیب کی بیٹیاں پانی بھرنے خود اس لئے جاتی تھیں کہ ان کے والد بہت بوڑھے اور گھر کا کام کاج نہیں کر سکتے تھے اسلام نے آب کشی کی زحمت سے بھی عورت کو بچایا ہے۔

قلیوں کی مدد سلمان فارسی کا وفادار غلام کہتا ہے کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ بازار میں درہ ہاتھ میں لیئے ہوئے ٹہل رہے ہیں اور بوجھ اٹھانے والے کی مدد کرتے ہیں اور یہ آیت پڑھتے ہیں تلک الدار الآخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علواً فی الارض ولا فساداً والعاقبۃ للمتقین آخرت کا یہ گھر ہم نے ان لوگوں کے لیئے بنایا ہے جو زمین میں فساد اور غرور نہیں کرتے اور آخرت پرہیزگاروں کے لیے ہے یہ سیرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے رویہ سے ماخوذ ہے

ملہ ارجح المطالب ص ۱۷۷۔

براء بن عازب کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر خدا کو جنگ خندق کے موقع پر اپنی آنکھ سے دیکھا کہ وہ مٹی اٹھا رہے تھے اور گرد سینہ تک پہنچی اور ان کے کاندھے پر مسجد نبوی کی تعمیر کے موقع پر اینٹیں نظر آئیں اور وہ اصحاب کے ساتھ مزدوری کر رہے تھے۔

ایک ڈول کے بدلے ایک خرمہ

مزدوری کا ایک اور منظر وہ واقعہ ہے کہ جب آپ نے ایک ضعیفہ کو دیکھا کہ وہ مٹی کے ڈھیلوں کو بھگونا چاہتی ہے تو فی ڈول ایک کھجور طے کی خود آپ کا بیان ہے کہ فملئت ستة عشر دلوا حتی مجلت یدای ثم اخذت التمر واتیت رسول اللہ فاخبرتہ فاکل منہ میں نے ۱۶ ڈول کھینچے یہاں تک کہ میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے اور میں وہ کھجوریں لیے ہوئے جناب رسول خدا صلعم کے حضور میں لایا اور سارا واقعہ بیان کیا آنحضرتؐ نے بھی ان کھجوروں کو نوش کیا۔

سیاحت امیر المومنین علیہ السلام اور ہماری دنیا کا چکر

سیاحت انسانی زندگی کی تجربات کے عنوان پر اگر قلم اٹھایا جاتا ہے تو وہ مستقل موضوع ہے جس پر عراق کے پہلے سفرنامہ میں یہ خادم دین ۳۵ سطریں نذر قرطاس کر چکا ہے اور بہت مختصر الفاظ میں یہ کہنا ہے کہ دور ماضی میں ذوالقرنین وہ تھے جنہوں نے مغرب سے مشرق تک پوری دنیا دیکھی اگر آپ بھی ساری زمین پر پھر چکے ہوتے

تو ان سے مساوات ذات والاصفات کے لئے خاص بات نہ تھی ہو تو
اشرف انبیاء و مرسلین سمجھتے ہیں لہذا مولا کا وہ مقام پیش کر کے
عنوان کو ختم کرتے ہیں کہ آقائے کونین نے سلمان فارسی کو ساتھ
لے کر جب ناقہ ثمود اور عجائبات دنیا دکھائے اور سلمان نے سرعت
سیر سے اندازہ کیا کہ ہم نے فضائی سفر میں دو فرسخ راہ طے کی ہو گی
اس وقت جواب دیا کہ سلمان تم نے ۵۰ ہزار فرسخ راہ طے کی اور پوری
دنیا کا ۲ مرتبہ چکر کاٹا یہ واقعہ بحار کی نویں جلد اور مدینۃ المعاجز عربی
کتب میں آپ پائیں گے اور قدیم اردو لٹریچر میں روض الصادقین طبع حیدر
صہ ۹۶ میں دیکھیں میرے مقالہ کو عمدۃ الافاضل مولوی حکیم قاسم علی
صاحب بحرینی سابق مدیر الواعظ نے دسمبر ۱۹۲۸ء کی اشاعت میں درج
کیا ہے آج سیاحوں کا سائیکل پہ دنیا بھر میں سفر یا پیادہ سیاحت کرنے
والے جو امتیاز قوم میں حاصل کرتے ہیں وہ مولا نے اپنی رفاقت میں
سلمان کو عطا کیا اگر ہم معجزات سے قطع نظر کرتے ہیں تو ارشاد امیر المومنین
مجھ سے آسمان کی راہوں کو پوچھو میں زمین کے راستوں سے زیادہ
آسمان کی راہیں اچھی طرح جانتا ہوں ملاحظہ ہو مدینۃ المعاجز چاپ
طہران صہ ۱۴۱ و انوار نعمانیہ و ارجح المطالب از کشف الغمہ صہ ۱۵۸ خلیفۃ اللہ
فی الارض ہونے کا تقاضہ یہ ہے کہ امام کی نظر کرہ ارض پر ہونا چاہیے ایک
اور حدیث میں شان امامت یہ ظاہر کی ہے کہ امام کے ہاتھ میں دنیا ایک
درہم کی حیثیت میں ہے اور وہ اس پر ناظر ہے۔

شجاعت انسان کی زندگی میں اس کا بہادر ہونا وہ صفت ہے جس سے اس کی طرف دل کھنچتے ہیں شیر کی طاقت تمام درندوں میں بڑھی ہوئی رستم کا شجاع ہونا پوری دنیا کو تسلیم اور جو خلائق میں سب سے زیادہ طاقت ور اور نڈر ہو اس کو عقل رستم زماں کہنے کے لئے تیار ہے مولا کا نام بہادری کے معنوں میں ہر طرف سنا جاتا ہے اور پیغمبر خدا کا ارشاد ہے کہ شجاعت کے دس حصہ ہیں جس میں ۹ حصے خدا نے علیؑ کو دیئے ہیں اور ایک تمام مخلوقات کو یہ بھی فرمایا ہے:

والفضل والشرف عشرۃ اجزاء تسعۃ منها فی علی وواحد فی سائر الناس وان علیا منی بمنزلۃ الذراع من الید وزری فی قمیصی ذیں ہی التی اصول بها وسیفی الذی اجاول بہ الاعداء وان المحب لہ مومن والمخالف لہ کافر والمقتفی لاثرہ لاحق (مدینۃ المعاجز ص ۱۵۱ سطر ۱۶) (اسی طرح) فضل و شرف کے بھی دس ٹکڑے ہیں نو علیؑ میں ہیں اور ایک تمام مردم ہیں اور علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو بازو کو ہاتھ سے ہوتی ہے اور پیراہن کو دامن سے ہوتی ہے اور وہ میرا ہاتھ ہے جس سے میں کام کرتا ہوں اور میری تلوار ہے جس سے دشمنوں سے جہاد کرتا ہوں ان کا دوست مومن اور دشمن کافر ہے۔

بڑھ شجاعت صفت مولاؑ ہے وہ ہر بہادر اور طاقتور کے کارنامے سے جدا گانہ ہے شجاعت یہ نہیں ہے کہ بڑی سے بڑی طاقت کو زیر کرے شجاعت یہ ہے کہ طاقت کا برمحل استعمال ہو ہاتھ میں تلوار ہو

جب بھی بہادر اور گلے میں رسن ہو جب اس سے زیادہ بہادر اس لئے کہ تقاضائے شجاعت یہ تھا کہ دشمن کو روند ڈالے صبر کر کے خواہش نفس پر غلبہ حاصل کیا اس سے زیادہ بہادر کون ہوگا پیغمبر خداؐ نے ایک موقع پر حضرت عمر سے آزردہ ہو کر کہا تھا ـ یا ابن الخطاب اے خطاب کے لال علی کے زیر امارت ۴ ہزار فرشتے ہیں اور انہوں نے ۴ ہزار دیو (عفریت) قتل کیئے اور ان کے ہاتھ پر اتنے ہی قبیلہ جنوں کے ایمان لائے (مشارق الانوار برسی) خاوند شاہ نے روضۃ الصفا میں ان لوگوں کی تعداد جن کو مولا نے قتل کیا ہے ۱ ہزار بتائی ہے جن کے خوف سے وقت وفات وصیت کی تھی کہ قبر مخفی رہے (از ارجح المطالب ص۲۴۲)۔

افسوس ہے کہ ہم شجاعت کی اثبات میں مطلق جنگ کی تشریح بخوف تطویل نہیں کر سکتے اور مرحب کی جنگ تو سب جانتے ہیں، مرہ بن مروان دارمی کی جنگ اور احد میں ابو سعد بن طلحہ کی لڑائی صفین میں حریث بن صباح احمری سے جہاد اور ربیع ابن ابی الحقیق کا مقابلہ اور ابو البلیث عنتر بن صامت مرادی سے لڑنے میں جو رجز پڑھے ہیں ان کا ذکر نہیں کرتے دیوان حضرت امیر میں یہ ملفوظات موجود ہیں انسانی دست و بازو میں جو طاقت نہ تھی اس کا مظاہرہ ہوا تو آسمان سے صدا آئی لافتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار یہ تعلیم آداب حرب میں اس وقت دی گئی تھی کہ رزم گاہ میں لاؤڈ اسپیکر

ہونا ضروری ہے جو سپاہیوں کو مناسب ہدایات یا ان کے دل بڑھا سکے یہ صدا فریقین کا مسلّمہ ہے سب نے سنا دیکھو ریاض النضرہ وکفایۃ الطالب وتذکرہ خواص الامہ ومناقب احمد بن حنبل وزھرۃ الریاض وارجح المطالب ص ۔۲۴۵۔

جنگ خیبر پر کچھ تنگ نظر انسانوں کی فکر و نظر

اسلامی مورخین و اہل قلم کی طرف سے

تسلی بخش جواب

(۱)

خیبر مدینہ رسول سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر شمال و مغرب کے گوشہ میں یہودیوں کی وہ طاقتور آبادی ہے جو تعداد، اتحاد، ثروت جنگی تجربہ میں مشرکین مکہ سے بہت بڑھے چڑھے اور اگر وہ دار ہجرت پر حملہ کر دیتے تو شہر میں خون کی ندیاں بہ جاتیں سنجیدہ مسلمان لڑائی کی اہمیت اور واقعات سے زیادہ باخبر ہیں جن کو دوہرانا تاریخ پر نظر رکھنے والے کی نگاہ میں تحصیل حاصل ہوگا اور واقعہ نگاری سے بہتر یہ ہے کہ قوم کو اس تخریبی کوشش پر آگاہ کیا جائے جو منکر کی طرف سے وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی ہے اور ہمارے متکلمین خدا ان کو توفیق خیر دے جوابات دے کر چاند پر خاک پہنچنے نہیں دیتے۔ تنہا مذاہب عالم ہر چہار طرف سے حملہ آور ہیں مسلمانوں کو چاہئیے

کہ اپنی متفقہ طاقت سے غیر مسلم دشمنوں کا مقابلہ اور اسلام کی مخالف پارٹیوں کو پسپا کرنے کی کوشش کرتے لیکن وہ سادہ لوح آپس ہی کی نزاع سے فارغ نہیں ہوئے جو دوسروں کے دفاع کا خیال دماغ میں لائیں افسوس اس کا ہے کہ اپنا طرز عمل محسوس نہیں ہوتا اندرونی حالات کے سدھارنے کی فکر پیدا نہیں ہوتی روز بروز فضا مکدر اور تعصب کی اتحاد سوز برق چمک کر کمزوری پیدا کر رہی ہے زیادہ افسوس اس کا ہے کہ جو بھی خواہ مذہب وملت ہونے کے دعویدار ہیں وہ ہر زمانہ میں افتراق کی آگ کو ہوا دیتے ہیں اور اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ موقع ایسا ہاتھ آجائے جو مسلمانوں میں اختلاف کی خلیج حائل کر دی جائے اور اس طبقہ کے نزدیک مفاد اسلامی کی حفاظت اسی میں نظر آتی ہے کہ فضائل علیؑ سے دل کھول کر انکار کیا جائے اور ان کے لامتناہی مناقب کو عام نظروں میں سبک کرکے حق پوشی اور باطل پروری کا مظاہرہ۔

ناممکن ہے کہ ایسے کمزور اور ناعاقبت اندیش ہاتھوں سے ایوان منقبت کے حق نما نقش و نگار مٹ جائیں اس سلسلہ میں مولوی عبد الغنی نوشہروی نے حدیث خیبر کا مضحکہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

یہاں خیبر کا لطیفہ قابل ذکر ہے کہ حدیث میں صرف بیدہ الفتح ہے مگر یار لوگوں نے وہ حاشیہ چڑھائے کہ طلسم ہوش ربا اور

داستانِ امیر حمزہ کی خیالی کہانیاں بھی
اس کے سامنے گرد ہیں۔

اہلحدیث امرتسر ۱۷ مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۹ کالم ۳

ایک ایسے میدانِ جنگ کی روداد کو جس کی فتحیابی پر اسلام کی عظمت موقوف ہو طلسم ہوش ربا کہنا وہ اسلام سوزی ہے جس کو ایک مسلمان تو ہرگز روا نہیں رکھ سکتا خیبر کی جنگ حضرت علیؑ کی وہ یادگار قربانی ہے جس کا انکار دن کو رات کہنے کے مرادف ہے اہلِ اسلام اس نصرت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے نامہ نگار کو حدیث میں بیدہ الفتح نظر آتا ہے اور دوسری اہم کارگزاریوں کو حاشیہ آرائی کہتے ہیں اگر ان کا یہ خیال صحیح بھی ہو تو بیدہ الفتح یعنی فتح کا سہرا علیؑ کے سر ہے وہ حقیقت آگیں فضیلت ہے جو کسی دوسرے کے سر آپ تھوپ نہیں سکتے معمولی طور پر علم لے جانا دوسری بات ہے فتحمندی کی منزل تک کسی کے قدم پہنچنے نہیں پائے حضرت عمر نے شکست اٹھا کر پلٹنے کے باوجود پھر جانا چاہا تھا مگر پیغمبرؐ خدا نے علم نہیں دیا علامہ شبلی نعمانی جو معترض کے ہم مسلک ہیں اس منظر کی تصویر کشی کرتے ہیں۔

اکابر صحابہ نے علمِ نبوی کی امید میں بڑے سروسامان سے ہتھیار سج سج کے آئے ان میں حضرت عمر بھی تھے ان کا خود بیان ہے کہ میں نے کبھی اس واقعہ

کے سوا علم برداری افسری کی آرزو نہیں کی
لیکن قضاء قدر نے یہ فخر حضرت علیؑ کے لئے اٹھا
رکھا تھا چنانچہ آنحضرتؐ نے کسی طرف توجہ نہیں
کی اور حضرت علیؑ کو بلا کر علم ان کو عنایت کیا
(الفاروق چھاپ دہلی سنہ ۱۹۲۳ء صفحہ ۴۳)

معلوم ہوتا ہے کہ جن ہاتھوں پہ فتح ہونے والی تھی پیغمبر انھیں کو ڈھونڈھتے تھے اور یہ گوارا نہ تھا کہ علم اسلام کو مزید ہزیمت اٹھانا پڑے معترض آنکھیں کھول کر دیکھیں واقعہ کا اقرار علامہ شبلی صاحب کر رہے ہیں یا ہم نے حاشیہ آرائی کی ہے خیبر کے دن پیغمبرؐ کے وعدہ کے بعد علم کا ملنا وہ خاص منصب تھا جس کی آرزو میں تمام صحابہ کرام تھے مگر علم فاتح کے ہاتھ میں آیا اور شکست خوردہ منہ دیکھتے رہ گئے صحاح میں بھی یہ تصویر موجود ہے کہ سرور کائنات صلعم نے علم علیؑ کو دیا۔ فاعطاہ الرایہ فقال علی یارسول اللہ اقاتلھم حتی یکونوا مثلنا قال ادعھم الی الاسلام واخبرھم بما یجب علیھم من حق اللہ (ترجمہ) پس پیغمبرؐ نے علیؑ کو نشان لشکر دیا اور انہوں نے کہا اے خدا کے رسولؐ میں اسقدر لڑوں کہ دشمنوں کو اپنا ایسا مسلمان بنادوں فرمایا ہاں اسلام کی طرف دعوت دو اور بندوں پر خدا کے جو حقوق واجب ہیں ان کی خبر دو (صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۷۹ چھاپ نولکشور)۔

حدیث خیبر نے برتری کے خود ساختہ طلسم کو تار تار کر دیا اسکے لئے

معترض پیغمبرؐ کے اس فعل کو ہوش ربا کہتا ہے اس کے بعد مضمون نگار مذکور نے بہکی بہکی باتیں شروع کی ہیں اور ایک دوسری گستاخی اس طرح کی ہے ۔

اسی طرح مقام خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یحبہ اللہ ورسولہ ویحب اللہ ورسولہ فرمایا تو اس کے مطابق کامل الایمان بلکہ صاحب الایمان بھی جناب علی ہی کو بتایا جاتا ہے حالانکہ اس کے بغیر موقع پر رسول کریم نے اکثروں کے لیے یہ لفظ فرمائے ہیں اُن میں ایک عبداللہ الحمار رضی اللہ عنہ بھی ہیں جن کو اپنے دور جاہلیت کی عادت مے نوشی اسلام لانے کے بعد بھی نہ چھوٹ سکی ۔

(اہلحدیث صہ ۱۰ کالم نمبر ۱)

ان فقرات کے متعلق ہمیں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں مضمون نگار صاحب نے جو نام پیش کیا ہے ان کو ہرگز خدا دوست نہیں رکھ سکتا اس لئے کہ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ عبداللہ حمار کی عادت شراب نوشی آخر عمر تک نہیں چھوٹی اس اقراری ملزم کی شان میں قرآن کہہ رہا ہے انما الخمر والمیسر رجس من عمل الشیطان خدا شیطانی عمل اختیار کرنے والوں کو ہرگز دوست نہیں رکھتا یہ ہے حاشیہ آرائی جس سے قرآن بیزار ہے رسول رو گرداں ہیں ۔

آخر میں نہایت دلیری کے ساتھ ایک شبہ اور وارد کیا ہے۔

بھلا جب والیٔ خیبر مرحب یہودی بھی مارا گیا تو
پھر قلعۂ خیبر کا صدر دروازہ اکھاڑنے کی کیا ضرورت
تھی ؟

معترض کو میدان جنگ کی ہوا نہیں لگی ہے گھر بیٹھے مجاہدین راہ خدا کے کارناموں کو جھٹلا رہے ہیں اگر کچھ دیر غور کرتے تو یہ راز بہت سہولت کے ساتھ سمجھ میں آ جاتا۔

(۱) مرحب کے تہ تیغ ہو جانے کا یہ نتیجہ تھا کہ دشمنوں نے قلعہ میں پناہ لی اگر ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو جہاد کا مقصد فوت تھا قلعہ فتح نہ ہوتا دشمنان اسلام منتشر نہ ہوتے اور جلد ہی اپنی حالت درست کر کے پھر اسلام پر حملہ آور ہوتے ضرورت تھی کہ ان کی باقیماندہ قوت کو کچل دیا جائے۔

(۲) دوسرا فائدہ درِ خیبر اکھاڑنے میں یہ تھا کہ شیر خدا کے دست و بازو کی بے پناہ طاقت کو دنیا دیکھ لے اور حوزۂ اسلام پر حملہ کرنے کا ارادہ کرنے والے دشمنوں پر قوتِ بازوئے پیغمبرؐ کی خداداد طاقت کا رعب چھا جائے اعدء اسلام کی یہ زہرہ گداز جنگ آئندہ نسلوں کے لئے بھی آئینۂ حقیقت نما بن جائے۔

شہے کہ او بدو انگشت درِ خیبر کند | بر آمد از پے اسلام صد ہزار انگشت

(مناقب ترمذی کشفی)

(٣) مسلمانوں کا لشکر جسکی تعداد (٨٠٠٠) نفوس تھی خندق کو عبور نہ کر سکتی تھی جب تک کہ پل نہ ہو گذرنے کا کوئی فوری انتظام نہیں ہو سکتا تھا خدا کے شیر کا ہاتھ بڑھا اور آن کی آن میں خیبر کا وزنی دروازہ اکھڑا اور لشکر اسلام کے لئے پل تیار ہو گیا۔

(٤) اسلام کے مشہور مورخ شیخ حسین بن محمد حسن دیار بکری نے لکھا ہے أن ضربه يهودي على يده ضربة فسقطت منها الترس فبادر يهودي آخر فأخذ الترس فغضب علي فتناول باب الحصن وكان من حديد وتترس به عن نفسه فلم يزل في يده وهو يقاتل

ایک یہودی نے آپ کے ہاتھ پر ضرب لگائی اور دست مبارک سے اچانک سپر چھوٹ کر گر پڑی ایک دوسرا یہودی جھپٹا اور سپر لے گیا اس وقت علیؑ کو غصہ آگیا آپ نے قلعہ کے در کو جو لوہے کا تھا اکھیڑ کر سپر بنا لیا اور وہ آپ کے ہاتھ میں رہا جب تک آپ لڑتے رہے۔

تاریخ خمیس سے جو ان کے مذہب کی مشہور تاریخ ہے ثابت ہوا کہ یہودی قلعہ کے باہر بھی مصروف پیکار تھے جب حضرت علی کے ہاتھ سے مشیت ایزدی سے سپر گر گئی ہے اور دوسرا یہودی اٹھا کر بھاگا شیر خدا کو جلال آیا اور دروازہ قلعہ کو اکھیڑ کر سپر بنا لیا اس شجاعت اور قوت سے یہودی اور بھی بدحواس ہو گئے اور تھوڑی ہی دیر میں کفار کا قلعہ مولا کے ہاتھ میں آیا اسلام کا پرچم بالائے بام لہرایا ان حالات کے بعد بھی

سلہ تاریخ خمیس۔

اگر اہل حدیث اور اس کے مضمون نگار کی رائے میں دروازۂ قلعہ اکھاڑنا بے ضرورت تھا تو ممکن ہے کہ وسوسہ بڑھ کر یہاں تک پہنچے کہ مرسل خیبر میں لشکر لے کر بیکار گئے لڑنے کی ضرورت ہی نہ تھی اصل یہ ہے کہ حق سے عداوت رکھنے والے ایسے فضول و لایعنی اعتراض نہ کریں تو اور کر ہی کیا سکتے ہیں دروازہ کو اکھیڑ کر سپر بنانا کفی نوشہروی مولوی بھلا کہاں ان باریکیوں کو دریافت کر سکتے ہیں اعتراض کی دھن میں مریدوں کے سامنے لچھے دار تقریریں یا بیجا خامہ فرسائی کر کے کالم سیاہ کرنا دہ غلط رویہ ہے جو مسلمانوں کو ہلاکت کے دلدل میں پہنچاتا ہے۔

(۲) ہوا خواہان بنی امیہ کا نیا ڈھونگ

پہلے شمہ کے دنداں شکن جوابات الواعظ کے صفحات میں شائع ہونے پر جواب الجواب تو کسی اخبار میں نظر نہ آیا جس سے اندازہ ہوا کہ اقتباسات اسلامی کتابوں سے پیش ہوئے تھے وہ صحیح اور یہ وقتی کسی نیم ملا کا اقدام تھا جس میں اب دم نہیں رہا عرصہ کے بعد اس علاقہ کے دوسرے جریدہ الفقیہہ میں ایک مقالہ نکلتا ہے فاتح خیبر کون ہے،، اس مضمون میں فتح خیبر کے تمام خصوصیات کو حضرت امیرؑ کی جدوجہد کا اثر مانتے ہوئے مرتبۂ امامت کو سبک کرنے کے لیئے یہ نتیجہ نکالا کہ قلعہ کا فتح کرنا تو نبوی لعاب دہن کی تاثیر تھی اور فاتح خیبر پیغمبرؐ کو کہنا چاہیئے نہ کہ حضرت علی کو۔

یہ وہ دیرینہ بغض وعناد تھا جس کا بار بار اس جماعت کی طرف سے اظہار ہوتا ہی رہتا ہے اور یہ نکتہ نہ امام رازی کی سمجھ میں آیا تھا اور نہ روزبہان کا دماغ یہاں تک پہنچا نہ محدث دہلوی کو یہ ہوا لگی جو حق کے خلاف مورچہ بندی کرے اس کے نزدیک اس قسم کی باطل پروری کوئی نئی بات نہیں امرتسر کے یہ یاجوج وماجوج دونوں اپنے نزدیک اسلام کی خدمت کرتے ہیں لیکن اختلاف کی خلیج گہری ہوتی جاتی اور مفسدون فی الارض کا تعارف ہوتا ہے الفقیہہ کی انوکھی ذہنیت نے جو مقالہ پیش کیا وہ مولوی سید احمد رضوی حزب الاحناف ہند لاہور کا اثر خامہ ہے جو سید بھی ہیں مسلمانوں میں یہ وبا بھی حد سے عام ہے کہ بے سمجھے بوجھے ہر کہ ومہ رضوی، نقوی، زیدی لکھا چلا جا رہا ہے سید لکھنے والے کاش بتائیں کہ ان کے نزدیک سیادت کا کیا معیار ہے۔ ہماری جماعت کے کسی ایک شیعہ نے بھی تو کبھی اپنی ذات کو عباسی، یزیدی، زبیری، قرشانی نہیں کہا حقیقت آل محمد کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ان کا طبقہ مخالف جن کے اسلاف نے ان کو قتل کیا، زہر دیئے، قید کیا وہ بھی ان کو اس قدر محترم سمجھتے ہیں کہ رضوی بن کر ان کی طرف انتساب میں اپنی عزت بڑھاتے ہیں ایسے نام نہاد مسلمانوں کی اگر سیادت ثابت بھی ہو جائے تو ان کے کرتوت دیکھ کر قرآن حکیم انہ لیس من اھلک کی صدا بلند کرتا ہے اگر تم منکر فضائل ہو تو تم کو چاہیئے کہ اپنی ذات کو ظالم طبقہ سے نسبت دو اور مظلوم کی طرف

انتساب سے باز آؤ ان کو ہمارے لیئے رہنے دو فاتح خیبر رسول عربی تھے یہ خیال اسی دل و دماغ میں آسکتا ہے جو خدائے برتر کو فاعل شر سمجھتا ہے اور قیاس جس کی طبیعت ثانیہ ہے ۔

خشت اول چوں نہد معمار کج تا ثریا می رود دیوار کج

اگر حزب الاحناف میں کوئی بھی انصاف پسند ہوتا اور ان کی فطرت میں ذرہ برابر بھی ذوق سلیم موجود ہوتا تو یہ نہ کہتے جس کے ذریعہ سے کوئی کام ہوا اسی کی طرف اس کام کی نسبت دیجاتی ہے جس کے ہاتھوں سے نعمت ملی اسی کی طرف دینے کی نسبت کر دیجاتی ہے بس اسی طرح خیبر کا مشہور و معروف قلعہ کا فاتح اعظم لعاب دہن سید الانبیاء حبیب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ اس مبارک لعاب دہن نبوی نے حضرت علیؑ میں یہ طاقت پیدا کر دی تھی مگر چونکہ خیبر کا قلعہ حضرت علی کے ذریعہ سے فتح ہوا اس لیئے فتح کی نسبت ان کی طرف کر دی گئی حالانکہ فتح کرنے والی طاقت لعاب دہن تھا (الفقیہ امرتسر مورخہ ۲۱ تا ۲۸ فروری ۱۹۳۶ء)

افسوس کی بات ہے لعاب دہن کی ثنا کی جارہی ہے اور یہ نہیں بتاتے کہ خیبر سے پہلے اور لعاب دہن کے استعمال سے قبل کیا کسی جنگ میں مولا کمزور ثابت ہوئے اگر ایسا ہو تو جنگ بدر سے کسی غزوہ یا سریہ میں حضرت علیؑ کی شکست دکھاؤ اگر خیبر پہ تبصرہ کیا تھا تو کاش یہ بھی ارشاد ہوتا کہ خیبر میں پہلے کون کون علم لے کر گیا اور

اس کا کیا انجام ہوا دشمن کو پشت دکھا کر مسلمانوں کو بزدلی کی دعوت دینے کا الزام کس پر ہے فلا تولوھم الادبار کا ابدی تازیانہ کس پر پڑا فقد باء بغضب من اللہ (پ انفال) کا مرکز کون ہے عہد شیخ مفید اور علامہ حلی سے آجتک تم ہمارے مطالبات کو شیر مادر سمجھ کر پی جاتے ہو آخر یہ کیا بات ہے جہاں حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیا لاتعداد فرضی حدیثیں تیار ہوئیں جابجا تاویل قرآن کے غلط مظاہرے ہوئے وہاں حج بختی میں وہ انتقامی رنگ بھی اختیار کیا کہ عقل سلیم سر پیٹ لیتی ہے اگر کچھ بھی معقولیت تھی تو ان نصوص صریحہ اور براہین قاطعہ کے مقابلہ میں جن کو اسلامی ممالک ہیں مصر فلسطین عراق حجاز تیرہ سو برس سے پیش کر رہے ہیں سر تسلیم خم ہوتا جن جھوٹے راویوں نے لاکھوں حدیثیں اپنے اغراض کے لیے تراشی تھیں طبع زاد اور غلط تخیلات سے ان کی روحوں کو آج بھی شاد کیا جاتا ہے۔

قولہ علم ہیئت کا مشہور مسئلہ ہے کہ چاند سورج سے نور کی بھیک مانگتا ہے پوچھو چاندنی کس کی ہے سب کہیں گے چاند کی حالانکہ غلط ہے سورج کی ہے

اگر تم جناب امیرؑ کو مہتاب کے بجائے سمجھتے ہو تو یہ بھی مشاہدہ ہے کہ جب چاند نکل آتا ہے تو تارے جھلملانے لگتے ہیں اور پھر ان کی روشنی ہم تک نہیں پہنچتی جرم قمر ہیں نجوم فلک سے کہیں زیادہ ضیاباری کی طاقت ہے اور جب سورج ڈوب جاتا ہے تو بے شمار

تاروں کے موجود ہوتے ہوئے چاند ہی اس کی قائم مقامی کے فرائض
انجام دیتا ہے اور پھر ستاروں کو کوئی نہیں پوچھتا عقل سلیم نے آفتاب
کا جانشین ماہتاب کو مانا ہے تو پھر اصحابی کالنجوم کے غلط نظریہ سے
کیا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

رضوی صاحب ہمیں اس بات کا شکوہ نہیں کہ انہوں نے یہ نہ
سوچا کہ امامت کے چاند میں نور حاصل کرنے کی صلاحیت تھی ورنہ
آفتاب نبوت سے کنکر پتھر زمین کے سنگ ریزے بھی نور لینے میں کامیاب
ہوتے وہ اس نور سے اسی طرح محروم رہے جیسے بارش رحمت کے
چھینٹے مزبلہ پر بیکار ثابت ہوتے ہیں شکوہ اس بات کا ہے نبوی
لعاب دہن کا تو بار بار ذکر کرکے اپنے نزدیک مولا کا مرتبہ گھٹایا اور
کہیں اتحاد نور کی متواتر[لہ] حدیث کی جھلک بھی آنے نہ دی اس کی روشنی
میں لعاب دہن نبوی کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا انا علی من
نور واحد علیؑ جزئیت کے درجہ پر فائز ہیں اور ان میں وہ تمام
کمالات موجود ہیں جو مبدء فیاض نے نور نبوی میں ودیعت کئے دنیا
انصاف سے دیکھے کہ مودت اہل بیت کا فریضہ یہ کہکر ادا ہوتا ہے کہ
خیبر کی فتح کا راز یہ تھا کہ نبی و علی ایک نور تھے نہ اس کہنے میں کہ علی کو

لہ اس حدیث کو ابن مردویہ خوارزمی عاصمی نطنزی ابن مغازلی حموینی ابو حاتم
لاتعداد محدثین اور راویوں نے اپنے مسندوں میں جگہ دی اور حدیث نور
پر صاحب عبقات الانوار کی ضخیم جلد دنیا کے سامنے آچکی ہے۔۔۔

فاتح خیبر نہ کہنا جنگ کرنے والا تو لعاب دہن تھا آخر میں وہ کہتے ہیں۔

بادشاہ نے وزیر کو حکم دیا ایک لاکھ روپیہ غریبوں میں تقسیم کیا جائے وزیر نے تقسیم کیا بھکاریوں سے پوچھیے کس نے دیا کہیں گے وزیر نے حالانکہ بادشاہ نے دیا ہے وزیر نے اگرچہ بادشاہ کے حکم سے روپیہ تقسیم کیا گویا دینے والا بادشاہ ہی ہے مگر بھکاریوں کو ملا وزیر کے ہاتھ سے اس لئے بھکاری کہتا ہے کہ وزیر نے دیا ہے۔

رکن حزب الاحناف کا یہ دوسرا نظریہ ہے اور اس کا دلی مقصد ہے کہ کسی طرح خیبر میں ید اللہ کے دست و بازو کی کارگذاری فضیلت نہ رہے لیکن مخالف نے اس پر غور نہیں کیا کہ وزارت کی صلاحیت ہر شخص میں نہیں ہوتی وزیر ہونا خود مستقل صفت ہے جس میں منصب وزارت کی صلاحیت نہ ہو وہ اس جلیل عہدہ پر سرفراز نہ ہو گا وزیر اگر دیانتدار نہیں کنتم تختانون[لے] کا مصداق ہو تو یہ سرمایہ شکم مبارک میں چلا جاتا ہے اس دولت سے قرابت دار پرورش پاتے ہیں اور مال دوستوں کا ہونا وزیر کمال دیانت سے یقیناً قابل عزت و تکریم ہے وہ انتہائی حزم و احتیاط سے حقوق ناس پہنچاتا ہے اس کو فیوض کے لحاظ سے سرچشمہ فیض ماننا پڑتا ہے حقائق کی گہرائیوں میں نظریں پہنچانے

لے خیانت کرنے والے کا نام تقریباً ہر عربی تفسیر میں ہے کم از کم دو تفسیریں ناظرین دیکھیں (۱) الجواہر الحسان ثعالبی کی جلد اول ص ۱۲۵ طبع مصر (۲) انوار التنزیل بیضاوی جلد ۱ ص ۲۶۷ مصر۔

والے سمجھتے ہیں کہ اس خامہ فرسائی میں کوشش یہی ہے کہ علیؑ کا مرتبہ گھٹایا جائے اس کی بہ لفظیں چاند سورج سے نور کی بھیک مانگتا ہے بارگاہ علوی میں انتہائی گستاخی ہے تم کو معلوم ہو کہ محبت علیؑ وہ گراں قدر فریضہ ہے فخر کائنات مرسلؐ اس کا سائل ہے اگر حافظہ ذرا بھی ساتھ دے تو آیہ مودت یاد کرو بھکاری کون ہے لعاب دہن اور اس کے اثرات پر ہم انشاء اللہ آئندہ مستقل بحث کریں گے تعصب کی عینک اتار کر دیکھو علیؑ خدا کی آیت اور پیغمبر خدا کی صداقت کی نشانی ان کا معجزہ ہیں سید علی ہمدانی المتوفی ۷۸۶ھ کا بیان ہے۔ عن زید بن حارثہ قال لما کانت اللیلۃ التی اخذ فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الانصار بیعۃ الاولیٰ قال انا اخذ علیکم بما اخذ اللہ علی النبیین من قبلی ان تحفظونی وتمنعونی عن ما تمنعون انفسکم عنہ تمنعوا علی بن ابیطالب عن ما تمنعونی انفسکم عنہ وتحفظوہ فانہ الصدیق الاکبر یزید اللہ دینکم وان اللہ اعطی موسیٰ العصاء وابراہیم برد النار وعیسیٰ الکلمات یحیی بہ الموتی واعطانی ھذا علیا ولکل نبی ایۃ وھذا ایۃ ربی والائمۃ الطاھرین من ولدہ ایات ربی لن تخلوا الارض من اھل الایمان ما ابقی اللہ احدا من ذریتہ واحدا (کتاب المودۃ القربیٰ) زید بن حارثہ نے روایت کی ہے کہ اس رات کو جب جناب رسول خداؐ نے انصار سے پہلے مرتبہ بیعت لی تو آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم سے اس بات

بیعت لیتا ہوں اور تم سے وہی معاہدہ کرتا ہوں جو خدا نے مجھ سے پہلے دیگر انبیاء سے کیا تھا یعنی تم میری حفاظت اور اطاعت کرو اور جو باتیں اپنے لیے پسند نہ کرتے ہو وہ میرے لیے بھی روا نہ سمجھو اور اسی طرح جن چیزوں کو تم اپنے لیے گوارا نہیں کرتے ان کو علیؑ کے لیے بھی گوارا نہ کرو اس لیے کہ وہ صدیق اکبر ہیں اگر تمہارا یہ رویہ رہا تو خدا تمہارے ایمان کو زیادہ کریگا بیشک خدا نے موسیٰ کو عصا اور حضرت ابراھیمؑ کو آتش نمرود سرد ہونے کا معجزہ عطا فرمایا اور عیسیٰؑ کو وہ کلمات دیئے جن سے وہ مُردے زندہ کرتے تھے غرض ہر نبی کے لیے ایک نشانی قرار دی اور مجھ کو خدا نے یہ نشانی (بصورت) علی عطا کی علی میرے رب کی بھی نشانی ہیں اور ان کی پاک و پاکیزہ نسل کے امام بھی خدا کی آیت ہیں زمین ایمان والوں سے خالی نہ ہوگی جب تک خاندان علی میں سے ایک شخص بھی باقی ہے۔ اس بیان سے واضح ہو رہا ہے کہ عظمت و اقتدار کے لحاظ سے مولا کی شخصیت امت میں وہی ہے جو رسول کی ہونا چاہیئے کیا آیت اللہ کو لعاب دہن کا شرمندۂ احسان سمجھنا صحیح ہے؟

(۱۳)

دشمن باطل کو ٹھیل ٹھیل کے آگے بڑھاتا ہے جس کا پول کھولنا فرض ہے اور قلم اٹھانے میں شرح و بسط سے کام لینا پڑا اعتراض اور اختلاف تو سہل ہوا کرتا ہے جواب تفصیل طلب ہوتا ہے جو

صفحات سیاہ کیئے گئے تھے اس کے مکمل جائزہ کی ضرورت ہے ؎
لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم (۲۶) چنانکہ حرف عصا گفت موسیٰ اندر طور
ہم شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ مخاطب نے تحریر کو شربت کے گھونٹ
کی طرح پیا اگر وہ حوالے صحیح نہ ہوں جو ہم نے دیئے تو کیا یہ آرزو کر سکتے
ہیں کہ ؎

جنگ کردی آشتی کن زانکہ نزد عاقلاں
ایں مثل مشہور اوّل جنگ آخر آشتی (جامی)

بات یہ ہے کہ حدیث خیبر اگر اصلی خد و خال میں پیش کر دی جاتی
تو معلوم نہیں کس کس کے خانہ ساز وقار میں ٹھیس لگتی اور تخفیف بنی ساعدہ
کی کوشش رائیگاں ہو جاتی اگر خیبر پر قلم اٹھایا تھا تو بتانا پڑے گا کہ
(۱) پہلے علم کون لیکر گیا اور قلعہ فتح کیوں نہ ہوا۔ (۲) یہ علمدار کس کی
اجازت سے تھے (۳) جب جنگ سر نہ ہوئی تو رسولؐ نے علمدار کو بدل دیا
یا فوج کو (۴) سپاہیوں نے کیا بیان دیا۔ اگر وہ ان موضوعات پر قلم
اٹھاتے تو دنیا دیکھ لیتی کہ حق کدھر ہے اگر ان سوالات کے جوابات
نہیں دیئے گئے تو کم از کم یہ ظاہر کیا ہوتا کہ دشمن کو پیٹھ دکھانا اور فرار
کے ناقابل تلافی گناہ کا مجرم کون ہے ؎

نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی
مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلیٰ

دول متحاربہ کا قانون ہے صف جنگ سے ہٹنے والے کو شوٹ
کر دو یہ مذہب اسلام کی وسعت خیالی ہے کہ فرار کی سزا کو عقبیٰ پر
اٹھا رکھا اور بھاگنے والوں کو مقاطعہ سے بچایا۔

جب دو آدمی لڑتے ہیں اور ایک بھاگ کھڑا ہوتا ہے تو عموماً
توا ایسا ہے کہ بھگا پھر منہ نہیں کرتا اور مغلوب ہوکر فاتح کو پہچانتا ہے
جس دو دن کی شکست کے بعد پھر ہمت کر کے لباس حرب زیب جسم
کیا اس کا یہ فعل ظاہر میں اچھا ہے کہ انسان کو آخر تک ہمت ہارنا نہ چاہئے
لیکن یہ آرزو اب پوری نہیں ہوئی الفاروق کا نوٹ گذرا۔ خیبر فضائل کا
وہ سرچشمہ ہے جو حدیث رایت کو تمام راویوں کے بیانات کی روشنی
میں دیکھنے پر گلدستہ منقبت معلوم ہوتا ہے پیغمبرؐ کا یہ ارشاد کہ میں
کل نشان عطا کروں گا لاعطین الرایۃ غدا عطاء الٰہی اور بخشش
ایزدی کی صورت میں پہلی فضیلت ہے اگر پیغمبر علم دیتے تو ان کو قرآن نے
ہدایت کی ہے کہ کل کے ارادوں پر انشاء اللہ کہا کیجئے مرسل نے انشاء اللہ
نہیں کہا دوسری علمدار کی صفت میں رجلاً کی لفظ استعمال کی تیسرے
کرار کی صفت قرار دی علم پانے والا مرد ہوگا اور پے در پے حملہ کرے گا
چوتھے غیر فرار کی قید ماضی پر تبصرہ ہے وہ ثابت قدم رہے گا پانچویں
لفظ ثابت الثوب یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ وہ خدا کو دوست
رکھتا ہے اور رسول کا دوست ہے اور خدا و رسول بھی اسے دوست
رکھتے ہیں نویں صفت یہ ہے کہ از خود علم لیجانے کا شبہ بھی نہیں انتخاب
نبوت کے بعد علم ملیگا اور جنگ انہیں ہاتھوں پر ختم ہونے والی ہے۔
اور یہ گوارا نہیں ہے کہ علم اسلام مزید ہزیمت اٹھائے۔ خیبر کے دن پیغمبرؐ
خدا کے دعوہ کے بعد علم کا ملنا وہ خاص منصب تھا جس کی آرزو میں

تمام صحابہ تھے مگر علم فاتح کے ہاتھ میں آیا شکست خوردہ منہ دیکھ کر رہ گئے۔

علامہ شبلی نے جو ٹھاٹھ علم لینے والوں کے دکھائے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول کے ہاتھ سے علم آج ہی ملیگا جو سب حدیث رایت کے جامہ زیب ہونے کے لئے آمادۂ نبرد ہیں پھر جب رسولؐ کے ہاتھ سے علم آج اور صرف آج ملنے والا ہے تو قبل ازیں علمداری کوئی فضیلت نہ رہی اور اگر پہلے بھی رسولؐ کے ہاتھ سے علم مل چکا ہوتا تو آج امیدوار بننے کی کوئی ضرورت نہ تھی ان احتمالات کو یقین کے درجہ تک ان حقیقت افروز بیانات نے پہنچا دیا ہے جن میں واقعہ نگار نے تصریح کی ہے کہ رسولؐ کو دردِ شقیقہ کا مرض تھا اور جب اس درد کا دورہ ہوتا تھا تو آپ دو دو تین تین دن تک گھر سے برآمد نہ ہوتے تھے خیبر میں مسلمانوں کی بدقسمتی سے مزاج نبوی ناساز ہوا فلم یخرج الی الناس آپ خیمہ سے برآمد ہی نہیں ہوئے تو علم کون دیتا رسولؐ عربی کے پس غیبت جس نے چاہا علم حاصل کیا اور از خود لڑنے گیا کوئی روحانیت تو کارفرما نہ تھی اس لئے جس ولولہ سے گیا تھا اسی جوش سے بخوف جان واپس ہوا۔ دسویں صفت مرض سے بے پرواہ ہونا عام مسلمانوں کا تو یہ حال ہے کہ ذرا سی بات کو بڑھا کر افسانہ کر دیتے ہیں ایک صحابی جنگ میں شرکت نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ میں پیغمبرؐ کی لے پالک رقیہ کی تیمارداری میں مصروف

سلہ سیرت ابن ہشام ومناقب اخطب خوارزم

تھا چہ خوش لیکن علیؑ خود بیمار ہیں آنکھوں میں رمد ہے تیمار دار سے بیمار کا درجہ سخت ہے قرآن نے مریض کو جہاد سے مستثنیٰ کیا ہے اور حالت یہ ہے کہ مسلم بن اکوع کا بیان ہے جئت بہ اقودہ وھوا رمد علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ان کو کھینچتا ہوا لایا علیؑ کو پیغمبر کے دست شفا پر ایمان کامل تھا اس لیئے یہ سمجھ کر جگہ سے اٹھے کہ میں اچھا ہو کر رہوں گا۔

گیارھویں صفت شوق جنگ دوسرے لوگ شکست اٹھا کر دوڑتے ہوئے واپس ہوئے تھے تو آپ جنگ کے اشتیاق اور سرفروشی کے ذوق میں دوڑتے ہوئے گئے سیرت ابن اسحاق کا فقرہ میں کبھی نہ بھولوں گا فخرج واللہ یہرول ہرولہ خدا کی قسم علی علم لیکر دوڑتے ہوئے میدان جنگ کی سمت گئے سعی میں ہرولہ ہے مگر جہاد میں ہرولہ آپ نے کیا آفرین اس ولولہ پر۔

بارھویں صفت موسیٰ کی پیشین گوئی ہے جب یہودی نے بالائے قلعہ سے پوچھا کہ تم کون ہو اور آپ نے اپنا نام علیؑ بتایا تو سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ اس نے کہا علوتم ما انزل علیؑ موسیٰ تم ہی غالب ہو گئے موسیٰ بن عمران نے جھوٹ نہیں کہا تھا کیا یہ مخصوص فضیلت بھی نظر انداز کرنے کے لائق تھی۔

تیرھویں صفت ملائکہ کا جھرمٹ کفر و شرک کے ماحول میں رہنے والے جس کی رجس دار الاسلام میں پرورش ہوئی وہ اور ہیں اور بزم قدس

کے بیٹھنے والے اور ہیں ان کی نقل و حرکت پر ملائکہ مصلائے فلک
چھوڑ کر زمین پر اترتے ہیں اور ان کی نگاہ میں آسمان سے بہتر وہ
زمین نظر آتی ہے جب یہ فلک رسا قوس شریف رکھتے ہیں پہلے
جانے والے چند مسلمانوں کو لیکر میدان میں آئے تھے اور شاہ مرداں
کی فوج میں عصمت پوش ملائکہ ہیں امام نسائی نے یہ بھی لکھا ہے کہ پیغمبر
نے حدیث رایت کے تتمہ میں فرمایا یقاتل جبرئیل عن یمینہ ومیکائیل
عن یسارہ ثم قال لا یرد الرایة حتی یفتح اللہ علیہ جبرئیل اس
کی داہنی طرف میکائیل بائیں طرف لڑتے ہوں گے وہ علم کو واپس
نہ لائے گا جب تک کہ خدا اس کے ہاتھ پر فتح نہ دے ۔ در خیبر کو
بائیں ہاتھ سے جھٹکا دیا انگلیاں فولاد میں در آئیں قلعہ میں زلزلہ
پیدا ہوا زمین و آسمان کانپ گئے عرش و کرسی میں لرزہ پیدا ہو گیا
بائیں ہاتھ میں خیبر کا در یہ بھی خالی از علت نہیں اس کے دو سبب
ہو سکتے ہیں مولا ید اللہ ہیں اور علم الحیوان میں یہ مسئلہ اپنی جگہ
ثابت ہے کہ شیر کے بائیں ہاتھ میں طاقت زیادہ ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ
بائیں ہاتھ سے شکار پر حملہ کرتا ہے ید اللہ نے دست چپ سے خیبر کا در
اس لئے اکھاڑا کہ شیر خدا ہونا ثابت ہو دوسرے یہ کہ آپ جن و انس
دونوں کے امام ہیں جس طرح نوع بشر کے پیشوا اسی طرح جنوں کا حاکم
اور بنی نوع کے حالات سے واضح ہے کہ آدم زاد تو عموماً دست راست
داہنے ہاتھ سے کام کرتا ہے اور جن دست چپ بائیں ہاتھ سے تمام کام

کرتے ہیں بخات کے امام آپ جب ہی ہو سکتے ہیں جب آپ کا بھی بابایاں ہاتھ کار نمایاں انجام دے اس لئے در خیبر بائیں ہاتھ میں دیکھ کر جنوں کی امامت کا وہ اعلان ہے جو امام الانس والجنہ ثابت کرتا ہے۔

جنگ خیبر کا ایک منظر

گرسنگی کے برکات

فخر یحییٰ و عیسیٰ کی زاہدانہ نصیحت

خاندان رسالت کا ایثار دنیا جانتی ہے عہد ہاشم اور عبد مناف سے دور نبوی تک قوم عرب اس مبارک نسل کی شرمندۂ احسان ہے اور کوئی قبیلہ ایسا نہیں جو نمکخوار نہو فیوض میں وسعت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان میں صفت ایثار ہو خود بھوکا رہے اور دوسرے کو سیر کرے یہ عادت حضرت ابراہیم کے وقت سے اس گھرانہ میں نظر آتی ہے ضیافت خلیل کو صفت ایثار نے شہرت دی اور فرشتے مصلائے فلک چھوڑ کر ان کے مہمان ہوئے اپنے نفس پر مہمان کو ترجیح دینا ممکن نہیں جب

خود گرسنہ رہنے کی عادت نہ ہو۔ مولا کا ارشاد ہے ایاک وادمان
الشبع فانہ یھیج الاسقام ویثیر العلل وایاکم والبطنۃ فانھا مفسدۃ
القلب مکسلۃ عن الصلوٰۃ مفسدۃ للجسد ہمیشہ شکم سیر رہنے سے
پرہیز کرو پیٹ بھرا رہنا بیماریوں کو ہیجان میں لاتا ہے اور اعمال کو فنا
کرتا ہے اس حکیمانہ مقولہ میں آپ نے فرمایا ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا کھانے
سے صحت خراب ہوتی ہے اور بیماریوں کے پیہم حملے ہوتے ہیں تندرستی
انسان کے لیے سب سے بڑی نعمت ہے اگر حفظ صحت کا کوئی اصول
اور کامیاب طریقہ معلوم ہو جائے تو اس سے بڑھ کر کیا خوش نصیبی ہے
لیکن اس نصیحت میں صحت کو باقی رکھنے کے ساتھ ذوق عبادت بھی ہے۔
شکم سیر رہنے سے بیماریوں کے ہجوم کے ساتھ عمل بھی برباد ہو جائے گا۔
یثیر العلل ایک ایسا جامع جملہ ہے جس کا حل قرآن کی روشنی
میں ہو سکتا ہے بنی اسرائیل میں گائے ذبح کرنے کا مشہور واقعہ جہاں
سورہ بقرہ میں بیان ہوا ہے وہاں گائے کے وصف میں یہ قرآنی آواز
بھی ہے تثیر الارض وہ گائے نہ تھی جو زمین جوتتے اس عمل استعمال سے
معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح گائے زمین گوڑ دیتی ہے اسی طرح شکم سیر
رہنا عمل کی زمین کو ناہموار کر دیتا ہے دوسرے مقولہ میں مولا نے فرمایا
ہے کہ خورد و نوش میں زیادتی نہ کرو اگر زیادہ کھاؤ گے تو دل سخت ہوگا۔
نماز پڑھنے میں سستی ہوگی اور جسم فاسد ہو جائے گا۔
غذا میں تقلیل مرد و عورت دونوں کے لیے مفید ہے حضرت عیسیٰ

۱؎ غرر الحکم و درر الکلم ص۹۱ و ۹۲ طبع بمبئی ۲؎ حیات القلوب مجلسی ۱۷۰

کا ایک واقعہ مظہر ہے کہ دو مرد و عورت جھگڑ رہے تھے مسیح اس طرف سے
گذرے مرد نے کہا میں اس سے ترک تعلق چاہتا ہوں عیسیٰؑ نے سبب
پوچھا مرد نے کہا کہ سن پیری سے پہلے اس کا حسن زائل ہو رہا ہے اور
چہرہ پر تازگی نہ رہی آپ نے عورت کو ہدایت کی کہ وہ ہمیشہ پیٹ بھرنے
سے پہلے دستر خوان سے اٹھ آیا کرے عورت نے غذا میں کمی کی اس کے
چہرے کی سختی جاتی رہی اور آثار شباب نظر آئے زن و مرد میں محبت
ہو گئی حضرتؑ نے بھی یہی کہا ہے جو عیسیٰؑ کی فرمائش تھی ہمیشہ تندرست
انسان کی خوبصورتی قابل ذکر ہوتی ہے اور خوبصورت اگر بیمار ہو تو اس
کا جمال ختم ہو جاتا ہے لہٰذا حضرت علیؑ نے تقلیل غذا میں صحت کا وعدہ
کیا اور خوبصورتی کی اصل صحت ہے اس نصیحت میں چند فائدے ہیں
پہلا فائدہ تو صحت ہے دوسرا فائدہ علم حاصل کرنے میں بھوکے رہنے
سے مدد پہنچتی ہے چنانچہ حدیث قدسی میں ہے کہ خدا فرماتا ہے میں نے
علم و حکمت کو بھوک میں قرار دیا ہے اور عوام شکم سیر لوگوں میں اس
صفت کو تلاش کرتے ہیں تو کہاں پا سکتے ہیں

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ تنگدست انسان سے ہمدردی پیدا ہوتی
ہے اور قانع فقیر پر نظر ذلت نہیں پڑتی حضرت یوسفؑ سے کسی نے پوچھا
تھا کہ آپ بادشاہ ہو کر بھوکے رہتے ہیں حالانکہ آپ کے ہاتھ میں زمین
کے خزانوں کی کنجیاں ہیں فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ شکم سیر ہو کر بھوکے فقیر
کو بھول نہ جاؤں — یہی حکمت اسلامی فریضہ روزہ میں بھی ظاہر کی گئی ہے

صوم کی وجہ سے امیر و غریب میں مساوات قائم ہوتی ہے اور روزہ دار رئیس کو فاقہ کش فقیر کی قدر ہوتی ہے اس نصیحت پر اگر نوجوان عمل نہ کریں اور ان کا ہاضمہ غذا پر غذا کے بعد بھی کام دیتا رہے اور بیمار نہوں تو یہ ناز بیجا ہے ایک مشین اگر ہر وقت چلتی رہے تو جب تک پرزے نئے ہیں چلتے رہیں گے جب پرانے ہو جائیں گے تو رفتار سست ہو جائیگی لہذا مشین کو خراب ہونے سے بچانا فرض ہے۔

جب یہ معلوم ہو چکا کہ عبادت بھی گرسنگی ہی کی خدا کو محبوب ہے تو اس مسئلہ پر بھی غور کی ضرورت ہے کہ جہاد بھی گرسنہ کا کامیاب ہوتا ہے اس کو حدیث کی روشنی میں نہ دیکھو کوئی ورزش غذا کے بعد نہیں کیجاتی اور اگر شکم سیر ہو کر ورزش کرے تو مضر ہے صحت کا نقصان لازم ہے مولا کا عمل یہ تھا کہ آپ میدان جنگ سے پہلے غذا ترک کر دیتے تھے خیبر کی مشہور جنگ اور مرحب کے مقابلہ گئے ساتھ در خیبر کا اکھاڑنا جس کا وزن آٹھ سو من تجویز کیا گیا ہے فاقہ میں تھا ابن ضحاک شاید قریب سے سیرت پر ناظر تھا اس نے فتح خیبر کے بعد مولا سے پوچھا یا ابالحسن لقد اقتلعت منیعا و ذلک ثلثۃ ایام خمیصا فھل قلعتھا بقوۃ بشریۃ فقال لکن قلعتھا بقوۃ الٰھیۃ و نفس مطمئنۃ رضیۃ۔ اے ابوالحسن آپ نے تین دن سے کھانا نہیں کھایا تھا اگر گرسنہ تھے تو کیا خیبر کا در بشری طاقت سے اکھاڑا، فرمایا نہیں الٰہی قوت اور نفس مطمئنہ سے یہ در اکھاڑا (دیکھو مدینۃ المعاجز علامہ سید ہاشم بحرینی رحمہ اللہ)۔

مولا کے اس موقع پر بھوکے رہنے کی پانچ وجہیں ہو سکتی ہیں

(۱) جنگی خدمات میں کھانا کھانے کی فرصت نہ ہوئی۔

(۲) آنکھیں دکھتی تھیں رمدِ چشم کی شکایت میں غذا ترک تھی۔

(۳) فاقہ تھا جیسا کہ عموماً آپ کو غذا میسر نہ ہوتی تھی۔

(۴) باوجود صحت اور باوجود کھانا موجود ہونے کے کھانے پر رغبت نہ تھی اور حدیث رسولؐ حسنؑ و حسینؑ جوانان بہشت کے سردار ہیں اور ان کے ماں باپ اس سے بہتر ہیں لہذا مولا اس حقیقت کو سامنے رکھ رہے تھے کہ اگر حسینؑ کربلا میں تین دن کی بھوک اور پیاس میں جنگ کرے روز قیامت اہل دانش سے داد شجاعت لیگا تو ابوھما خیر منھما آج میں بھی تین روز کا گرسنہ ہوں۔

(۵) حالات حاضرہ کی بنا پر غذا ترک کی تھی خیبر میں اسلام پر وہ سخت وقت آپڑا تھا کہ جنگ بدر سے اس وقت تک اسلام کی اتنی بدنامی نہ ہوئی تھی پرچم اسلام کا تین روز تک بلند ہونا اور فتح کے بغیر واپس ہونا یہودیوں کی شماتت فوج مخالف کا اپنی جگہ سمجھ لینا کہ اسلام کے سپاہی ایسے ہوتے ہیں جو بڑی آن بان سے آئیں اور دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم نہ رہیں اس سے زیادہ مسلمانوں کی بدنامی کیا ہو سکتی ہے کہ فوج افسر کی شکایت کرے اور سردار سپاہیوں کا شکوہ کرے دلوں میں یہ اضطراب پیدا کرنے والی خبریں سن کر شیر خدا نے کھانا چھوڑا اور شاید اپنی جگہ طے کر لیا تھا کہ اب قلعہ فتح کیے بغیر دسترخوان کا رخ نہ کروں گا استقلال اور ثابت قدمی اسکو کہتے ہیں کہ جو کہا تھا وہی کیا اور مسلمان فتحیاب ہوئے۔

مولاؑ کا حکیمانہ مقولہ جنگ خیبر کی روشنی میں

آقائے کونین کی حکمت نواز ذات نے جو جو زریں مقولہ صفحہ تاریخ پر چھوڑے ہیں ان کے فلسفہ اور حقیقت کو دریافت کرنے میں بڑے بڑے حکیم اور فلاسفر حیرت زدہ ہیں آپ کی علم پرور ہستی بے خبر دنیا کو جن حقائق کی طرف رہنمائی کرتی ہے وہ اس سے زیادہ ہیں کہ ان کا حدود میں احاطہ کیا جائے ذیل میں مولا کا ایک مقولہ پیش کرتا ہوں جو بہت مشہور مقصد کو ادا کرتا ہے اور اس قانون کے جواز میں اسلام کو عذر نہیں ہے لیکن میری نظر میں ان کی شخصیت اس سے بلند ہے کہ وہ اس قاعدے سے فائدہ اٹھائیں زیر بحث عنوان میں آپ کے اقدام کا راز بتایا جائے گا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ فریب کاری سے بچو اس لئے کہ فریب کمینہ لوگوں کی عادت ہے۔" فریب کا لفظ محتاج تعارف نہیں ہے ہر تلک دماغ میں اس سے نفرت محسوس ہوتی ہے اور فریب کار کو عزت سے دیکھا نہیں جاتا لغت میں خدع کے معنی مکر وحیلہ کے ہیں اور لئیم دنی النفس کو کہتے ہیں اصطلاح اہل علم میں خدع کا لفظ چار معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) افشاء راز چھپی ہوئی باتوں کا اظہار جبکہ دوسرے محل پر ان معنوں میں لفظ استعمال ہوا ہے دعا میں ہے (ترجمہ) پناہ طلب کرتا ہوں میں اس فریب پسند سے جو انسان میں نیکی دیکھے تو اس کو پردۂ خفا میں رکھے اور برائی (بدی) دیکھے تو اس کا اعلان کرے۔

دعا کا یہ فقرہ ہماری معاشرتی زندگی کو سنوارنے کے لیے کسقدر مفید ہے اور قوم کی حالت اسوقت بالکل اس کے برعکس ہے عموماً اچھائی دفن کر کے برائی کی شہرت پر مسلمان آمادہ ہیں اور اس کو خدمت دین سمجھتے ہیں حالانکہ یہ قبیح ہے۔ (۲) مکر (۳) حیلہ (۴) ریاکاری یعنی کسی فعل کا لوگوں کے دکھانے کے لیئے کرنا اس کا نام خدا کو دھوکا دینا ہے ایک دوسری حدیث میں ہے کہ معصوم سے پوچھا گیا کہ خدا کو کیونکر دھوکا دیا جاتا ہے، فرمایا جن احکام کا خدا نے حکم دیا تھا ان پر عمل تو کیا جائے مگر (نیت میں اخلاص ہو) خدا کے غیر کا ارادہ ہو پس ہم ریا سے بچو یہ شرک ہے ریاکار کو قیامت کے دن چار ناموں سے پکارا جائیگا یا کافر یا فاجر یا غادر یا خاسر اے کافر اے فاجر اور اے دھوکا دینے والے اور اے گھاٹے میں رہنے والے تیرا عمل برباد ہو گیا تو اس سے اجر و ثواب کا طالب ہو جس کے لیئے تو نے یہ اعمال کیئے ہیں۔

افراد قوم اس نصیحت پر حدیث سے واضح ہوا کہ ہمارے اعمال خدا کے لیئے ہونا چاہئیں ہر عمل میں خلوص اور قربت شرط ہے۔

اور انسان کا جو عمل ہو وہ خدا کے لیئے اگر یہ نظریہ نہ ہوگا تو وہ خوشگوار نہیں ہے بلکہ فریب کار ہے قرآن مجید میں پہلے پارہ سے شروع میں فریب خدع کی بحث ہے (ترجمہ) اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم خدا اور قیامت پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے خدا اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں دھوکا دیتے ہیں حالانکہ وہ اپنے ہی تئیں دھوکا دیتے ہیں اور کچھ شعور نہیں رکھتے ان کے دلوں میں مرض تھا اب خدا نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا اور چونکہ وہ لوگ جھوٹ بولا کرتے تھے اس لیئے ان پر تکلیف دہ عذاب ہے۔ اس آیت کے پیش کرنے سے معلوم ہوا کہ اصطلاح قرآن میں فریب کار کو منافق کہتے ہیں اور کتاب خدا اس سے بیزار ہے اس کو تندرست لوگوں میں شمار نہیں کیا ہے وہ مریض لاعلاج ہیں اور دروغ گو اس کا آخری لقب ہے۔

قرآن کی اس قدر سخت گیری کی وجہ یہ ہے کہ اول تو فریب قبیح صفت ہے اب جبکہ اس کا استعمال خدا اور رسولؐ کے ساتھ ہوا تو جرم اور سنگین ہوا اس واعظانہ تمہید کے بعد یہ مسئلہ واضح کرنا ہے کہ میدان جنگ میں دشمن سے خدع درست ہے چونکہ مذہب کو فروغ اور تبلیغ دین فرض ہے اس لئے دشمن سے جنگ کے موقع پر اگر ضرورت پڑے تو اس حربہ کو استعمال کر سکتے ہیں اور کامیابی میں کوئی اعتراض نہیں چنانچہ فریقین کی مسلمہ حدیث ہے۔

الحرب خدع جنگ فریب ہے دیکھو۔

(۱) مسند احمد بن حنبل جلد دویم صہ ۱۱۲ طبع مصر۔

(۲) صحیح مسلم از ابن حجاج قشیری (وفات ۲۶۱ ھ) جلد دویم صہ ۸۳ طبع نولکشور لکھنؤ۔

(۳) صحیح سنن المصطفیٰ از ابوداؤد سلیمان بن اشعث (وفات ۲۷۵ ھ جلد اول طبع مصر صہ ۱۱۴ و جلد دویم صہ ۲۸

(۴) مجتبیٰ از ابوبکر محمد بن حسین بن درید صہ ۱۹ طبع مصر۔

(۵) تاریخ الامم والملوک ابو جریر طبری ج ۶ صہ ۴۳

(۶) تاریخ ابن خلدون ج ۲ طبع لبنان صہ ۱۰۵۷ طبع مصر ۱۸۵۶ء

(۷) مستطرف جلد اوّل صہ ۲۱۵ طبع مصر۔

(۸) روض الاخیار منتخب ربیع الابرار زمخشری صہ ۴۲ طبع مصر

(۹) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی جلد اول صہ ۳۲۹ مصر

(۱۰) نوادر الادب صہ ۱۲۔

یہ کتب اہل سنت کی مختصر فہرست تھی شیعی نقطہ نظر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے، اے علیؑ تین مقاموں پر صداقت کے جادہ سے ہٹنا بُرا نہیں ہے مستحسن ہے لڑائی میں دشمن سے فریب اور اپنی بیوی سے وعدہ اور دو دشمنوں میں مصالحت کے وقت غلط بیانی صحیح ہے، معلوم ہوا کہ جب کوئی غرض صحیح ہو تو اجازت ہے لہٰذا امیدانِ

جنگ میں فریب درست ہوا مگر اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اسلام نے ہر جنگ میں دشمن کو فریب دیا تاریخ شاہد ہے کہ کبھی دشمن پر پانی بند نہیں کیا شب خون کا ارادہ نہیں کیا عہد شکنی نہیں کی مقتولین کی بے حرمتی نہیں کی عورتوں پر سختی نہیں کی بچوں کو قتل نہیں کیا شکست خوردہ کا تعاقب نہیں کیا قیدیوں کی جان کی حفاظت کی اور طرح طرح سے وسعت اخلاق کا درس دیا اور یہی آئین اسلام کی ہر دلعزیزی کا باعث ہوئے اور اشاعت مذہب بزور شمشیر نہیں بلکہ خلق اسلامی کی تلوار سے ہوئی۔

المکیدۃ فی الحرب ایک قانون تھا جسکو بتایا کہ اگر کسی مجاہد کو اس کے استعمال کا موقع ملے تو وہ مغلوب نہ ہو دلیل اس دعوے پر یہ ہے کہ قانون کے موجود ہونے کے باوجود صرف ایک محل ہے جہاں اس سے مدد لی گئی ہے اور وہ مدد بھی خالی از علت نہیں یہ بات بھی معلوم کرنا مسلمانوں کا فرض ہے کہ میدان جہاد میں جنگ کی سختیوں میں پڑنے والوں کے لئے قانون مذہب میں تبدیلی ہے مثلاً مجاہد کے لئے ریشمی کپڑے پہننا وغیرہ وغیرہ میدان جہاد میں سپاہی کیلئے سہولت ہے تمام اعمال میں طہارت شرط ہے اور کوئی عمل حالت اختیار میں بغیر طہارت درست نہیں لیکن ولولہ نصرت اور شوق جنگ نے اگر کسی ناصر کو غسل کی نوبت آنے نہیں دی تو شہادت کے بعد اس کو فرشتوں نے غسل دیا اور صف مجاہدین میں ان کا نام ہی

غسیل الملائکہ ہوا۔

امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خدع سے بچتے رہو اس نصیحت میں میدان جنگ مستثنیٰ ہے اور یہ مسلمہ ہے کہ ہر عام میں کچھ خصوصیت ہوتی ہے لہٰذا دشمن کے سامنے جدال و قتال میں جو قانون منسوخ ہے سیرت علوی میں صرف ایک مقام ہے کہ اپنے دشمن کو فریب دیا چنانچہ ماہ رمضان ۵ھ کا واقعہ ہے کہ بروز جنگ خندق جب عرب کا مشہور پہلوان عمر جو ہزار بہادروں کے مقابلہ میں تنہا کافی سمجھا جاتا تھا اور اس کے فوج عدو سے نکل آنے پر مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ جسموں میں دوران خون رک گیا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ سروں پر طائر بیٹھا ہوا ہے صبح سے زوال تک وہ شیر خدا پر حملہ کرتا رہا اور آتش حرب دوپہر مشتعل رہی گرد و غبار میں تلواروں کی بجلیاں چمکتی تھیں اور دونوں پیدل لڑنے والے نظروں سے دکھائی نہ دیتے تھے اس وقت مولا نے اچانک اس سے کہا کہ تو عرب کا شہسوار ہے کیا اکیلا کافی نہ تھا کہ مددگار بلائے عمر نے پیچھے پھر کر دیکھا آپ نے اس کی پنڈلیوں پر ضرب لگائی پاؤں قطع ہوگئے اور کوہ پیکر دشمن گرا اور زمین سے گرد و غبار بلند ہوا۔

تاریخ سے باخبر طبقہ جانتا ہے کہ عمر نے بے خطا جانور گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیئے تھے اسلام جانوروں سے بھی ہمدردی رکھتا ہے گھوڑے پر ظلم کی یہ سزا ملی کہ خود اس بدبخت کے پاؤں قطع

ہوئے بلکہ یہ کہا جائے کہ خندق میں کفر کے پاؤں کاٹے اور اسلام کو آگے بڑھایا۔

اس جنگ میں میرا عقیدہ ہے کہ مولاؑ تدبیر کے بغیر بھی عمرو کو قتل کر سکتے تھے اور قانون استعمال کرنے کی ہرگز ضرورت نہ تھی وہ آئین کی طرف محتاج نہ تھے اس کے استعمال میں خاص وجہ یہ تھی کہ اگر کوئی مجاہد دشمن پر قابو نہ پا سکے تو وہ ایسی تدبیر کر سکتا ہے جائز حق کو چھوڑنے کی وجہ نہیں دوسرے یہ مسلّمہ امر ہے کہ جب مولا کی نظر میدان جنگ میں اصلاب تک پہنچی تھی اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی شخص کو قتل کیا ہو اور اس کی نسل میں کوئی مومن ہونے والا ہو تو مجھے اس بات کا حق ہے کہ وہ میدان نبرد میں واقعہ کربلا کے تصور میں لڑ رہے تھے اور عمرو کو اس طرح صرف اس لیئے قتل کہ ان کے علم و یقین میں تھا کہ کربلا میں بھی ایک ہزار سواروں کے برابر کام کرنے والا پہلوان ان کی نسل کے نابالغ لڑکے کے مقابلہ میں لایا جائے گا جو تین دن کا بھوکا پیاسا اور یتیم بھی ہو گا جس کے ہاتھوں کی طاقت ۳۵ دشمنوں کے قتل کے بعد کم ہو جائے گی لہذا وہ بچہ اس قانون جنگ اور سیرت جد سے سراسیمگی میں فائدہ اٹھائے اور یہ انداز جنگ قاسمؑ بن حسنؑ کے لیئے لائحہ عمل ہو اور وہ شہزادہ اس گرگ باراں دیدہ کو الزام دیتے ہوئے کہے اے ازرق تو سپاہی ہو کر (اتنا ناتجربہ کار ہے) گھوڑے کے زین کو ٹھیک نہ کر سکا قریب ہے کہ زین سے زمین پر گرے ازرق نے جھک کر

دیکھا قاسمؑ نے کمر پر تلوار لگائی اور وہ دو ٹکڑے ہوا، ثابت ہوا کہ علوی روبہ اس کم سن مجاہد کے لیئے درس تھا۔

حق بر زبان جاری امام رازی نے آیہ تلک الرسل فضلنا کی تفسیر میں ایک تحقیقی نکتہ سپرد قلم کیا ہے جو تائید غیبی کہی جا سکتی ہے وہ تحریر کرتے ہیں کہ عمر بن عبدود اور علی رضی اللہ عنہ کی آپس میں جنگ کے بعد ان سے پوچھا آپ نے اپنی ذات کو اس موقع پر کیسا پایا جواب دیا وجد تھا لو کان اھل المدینۃ فی جانب وانا فی جانب لقدرت علیھم میں نے اپنے نفس کو ایسا پایا کہ اگر سارا شہر ایک طرف ہو جاتا اور میں تنہا لڑتا تو ان پر قابو پا جاتا۔

جنگ احزاب کا اخلاقی پہلو خندق کی لڑائی میں جو اخلاقی پہلو مولا نے اختیار کیا اس کو مولوی رومؒ نے معلم اخلاص قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے؂

از علیؑ آموز اخلاص عمل — شیر حق را دان منزہ از دغل
در غزا پہلوانے دست یافت — زود شمشیرے بر آورد و شتافت
او خیو انداخت بر روئے علیؑ — افتخار ہر نبی و ہر ولی
کرد نار غیظ بر خود منطفی

خلوص علیؑ سے سیکھو یہ مشورہ مولوی کا اس ماحول میں تھا جب مولا کے معاصر اپنی نماز ایسی عظیم عبادت کی نقشہ کشی میں خود کہتے تھے کہ میں حالت نماز میں لشکر کشی کے منصوبے بناتا ہوں اجعفر جیشی کے مقولہ

سے اخلاص ختم ہو جاتا ہے اور کبھی یہ کہتے تھے کہ میں جزیہ بحرین کا نماز[۱] میں حساب کرتا ہوں جہاد میں اخلاص کا عام لوگ دخل نہیں سمجھتے تھے سیرت مولا نے تعلیم دی کہ خلوص وہاں بھی شرط ہے مولوی کہتے ہیں علیؑ سے عمل میں خلوص سیکھو وہ اللہ کے شیر اور برائی سے پاک ہیں چنانچہ جب عمر پر قابو پایا اور قتل کرنا چاہتے تھے تو اس نے منہ پر تھوک دیا غصہ آ گیا جو تقاضائے فطرت ہے آپ سینے سے اتر آئے اور جب طیش دور ہو گیا تو قتل کیا تاکہ جہاد میں اپنے نفس کی شرکت اور تاثر سبب انتقام نہ ہو یہ اعلیٰ حلم اور بردباری ولایت کی شان ہے دیکھو

(۱) الفخری ص ۱۳۱

(۲) مثنوی مولانا روم

(۳) سفینہ نوح ص ۵۰ مولانا محمد شفیع اکاڑوی۔

ایک طبقہ ہے جو تحریر ہو یا تقریر اپنی طرف سے واقعات میں اضافہ کرتا ہے اس رویہ کے اظہار میں ایک ادارہ عین العلم مدیر نے لکھا کہ وہ پہلوان ایمان لے آیا جو غلط ہے واقعات کو صحیح بیان کرنا چاہیئے

محترم ناظرین فیصلہ کریں کہ عمر بن عبدود کی اس وقت کیا عمر تھی ابن ابی الحدید[۲] شرح نہج میں ۸۰ سال سے

---

۱ کنز العمال ج ۲ ص ۲۳۲۔

۲ شرح نہج ج ۴ ص ۳۴۵۔ ع تشیعہ لاہور ۱۲ مئی ۷۶

سے متجاوز اور ابوجعفر بن حبیب ۵ بن امیہ بن عمر ہاشمی بغدادی ۱۴۰ اسلل
کا سن تجویز کرتا ہے ان دونوں اقوال پر جو را ئے آپ کی ہے وہی میری
تجویز ہے اسی قدر مجھے تسلیم ہے کہ حضرت ابوطالب سے ملاقات
کا موقع ملا تھا محبر کو اخباری النسابہ سے لوگ یاد کرتے ہیں ۔

جنگ جمل اور صفین و نہروان پر کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت محسوس
نہیں ہوتی اس لیئے کہ ایک طرف تو آیہ قرآن "پیغمبر جہاد کیجئے کفار
اور منافقین سے" موجود ہے حضرت سرور اکرم صلعم نے بدر سے حنین
تک جتنی لڑائیاں لڑیں وہ کفار تھے جن کو قتل کیا جارہا تھا منافقین
سے جہاد کی نوبت نہیں آئی جو غزوہ رسول اکرم کی وفات کے بعد
ہوئے وہ اسی حکم کے تحت میں تھے اور یہ اپنی جگہ ثابت ہو چکا ہے
کہ نبی و نفس نبی تبلیغ دین کی منزل پر متحد تھے اور سرکار دو عالم نے
اپنی حدیثوں میں فرمایا بھی تھا کہ یہ جہاد تنزیل قرآن پر ہے اور وہ
تاویل قرآن پر ہوگا اس جنگ میں حقیقت اسی وقت آشکار ہو چلی تھی
جب عمار یاسر شہید ہوئے منزو شامیوں کی یلغار بغاوت ثابت ہوئی
اور صاحبان نظر کو غور و خوض کی ضرورت نہیں رہی کہ کون حق پر ہے
جمل میں حق کی فتح جس طرح ہوئی تھی صفین بھی وہی رنگ دکھاتا
اگر ہزارہا مسلمانوں کو کٹوانے کے بجائے حاکم شام خود مولاؑ کے
مقابلہ میں آجائے مگر اولاد ابوسفیان میں یہ ہمت کہاں تھی کہ وہ

---

۵ محبر صہ ۱۷۵ طبع حیدر آباد دکن ۱۳۶۱ھ عہ شیعہ لاہور ۲۸ مئی ۱۹۷۶ء

بنی ہاشم کے شیروں کے سامنے آئے چنانچہ اس موقع پر کسی تاریخ وسیر کا حوالہ دینے کے بجائے درس نظامی کی بلند پایہ کتاب جو درج ادب ہے اس کی یہ مثال پوری تاریخ ہے جنگ کی رکیب علی دھرب کے معاویہ ادھر علی گھوڑے پر سوار ہوئے ادھر معاویہ نے آپ کے لشکر کی طرف پشت کی اور اپنی جگہ جا کر دم لیا۔

ان غزوات میں انداز حرب بھی مولا کو بدلنا پڑا مال غنیمت میں ہاتھ نہیں لگایا کشتہ دفن کئے نماز پڑھی دریا پر قبضہ ہو جانے کے بعد ایسا نہیں ہوا کہ آپ بھی پانی بند کر دیتے تمام لشکر کو پیغمبر کا فرمانا یاد تھا کہ عمار تجھ کو باغیوں کا گروہ قتل کرے گا۔ دیکھو۔

(۱)۔ صحیح مسلم جلد ۴ صہ ۳۲۱

(۲) طبقات ابن سعد ج ۳ صہ ۲۵۱

(۳) حلیۃ الاولیاء ج ۷ صہ ۱۹۷

(۴) کشف الغمہ جلد ا صہ ۱۷۱

(۵) جذب القلوب صہ ۸۷

(۶) معجم صغیر صہ ۱۰۶

(۷) نصائح کافیہ ۱۸

غالب مرحوم نے ایک شعر میں حقائق کو بڑی خوبصورتی[۲] سے جگہ دی ہے[۱]

---

[۱] مختصر معانی صہ ۶۴ طبع میرٹھ ۱۲۸۵ھ

[۲] دیوان غالب نسخہ عرشی انجمن ترقی اردو ہند علی گڈھ صہ ۲۵۸ طبع ۱۹۵۸ء

یہ اجتہاد عجب ہے کہ ایک دشمن دیں　　علیؑ سے آ کے لڑے اور خطا کہیں اسکو

انسانی دنیا کا بدترین مجرم

خانۂ خدا میں خدا کے شیر پر بزدلانہ حملہ

مسلمان بن کے اسلام کو مٹانے کی ناپاک سازش

شیر خدا حضرت علی مرتضٰی روحی لہ الفداہ کی شہادت ان گہری سازشوں کا نتیجہ تھی جو اسلام کے اندرونی خطروں میں مبتلا کرنے کے لیئے پیہم ہو رہی تھیں اہلبیتؑ رسولؐ خاموشی کے ساتھ زمانہ کا رنگ دیکھتے رہے دوستوں کا قحط تھا گرد و پیش دشمن ہی دشمن تھے جن کو خانہ جنگی کا انتظار تھا آتش حسد کو خزانہ شام کے سیم و زر کی طمع ہوا دے رہے تھے اسلام کا وہ بزرگ آئینہ جس نے حمایت دین میں عنفوان شباب سے جہاد کرنا شروع کیا اور مرحب و عنتر ایسے شجاعان عرب کو تلوار کے گھاٹ اتارا آج نہ صرف کفار کی نگاہوں میں خار معلوم ہو رہا تھا بلکہ نام نہاد مسلمان بھی اس کے خون کے پیاسے تھے اور اپنے کفر نواز آباد اجداد کے خون کا انتقام لینے پر تلے ہوئے تھے عرب کا شاید ہی کوئی خاندان ایسا ہو گا جس کے نمودار مشرک نوجوانوں کو مولا نے نہ تیغ نہ کیا ہو افسوس ہے کہ آج نصرت دین کے جرم میں وہ مجاہد خفیہ ریشہ دوانیوں سے آرام کی زندگی بسر نہیں کر سکا۔

جناب علی مرتضیٰ کی شہادت کا تذکرہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزم میں بار بار ہوا اور سرکار دوعالم نے کئی دفعہ فرمایا کہ قاتل تمہارا اشقی ترین مردم ہوگا مولا اس دن کے منتظر تھے اور شوق لقاء میں موت کی تلخی کی کبھی پروانہ کی ماہ رمضان کے موقع پر خاص طور پر آپ کا اشتیاق بڑھ جاتا تھا ابن اثیر جذری مشہور مورخ رقم طراز ہے قال عثمان بن المغیرہ کان علی لما دخل رمضان یتعش لیلۃ عند الحسن ولیلۃ عند الحسین ولیلۃ عند ابوجعفر لا یزید علی ثلث لقم یقول احب ان تاتینی امر اللہ وانا خمیص وانما ھی لیلۃ او لیلتان فلم تمض لیلۃ حتی قتل[1] عثمان ابن مغیرہ کا بیان ہے کہ حضرت علی جب ماہ رمضان شروع ہوتا تھا تو ایک رات امام حسنؑ کے یہاں افطار کرتے تھے اور ایک شب امام حسینؑ کے پاس اور ایک شب عبداللہ بن جعفر کے یہاں اور تین لقموں سے زیادہ نوش نہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اس امر کو دوست نہیں رکھتا ہوں کہ پیامِ اجل کے وقت شکم سیر ہوں پس یہ ایک اور دو راتیں ہیں راوی کہتا ہے کہ رات تمام نہ ہوئی تھی کہ آپ شہید کر دیئے گئے۔

شب ضربت اس قیامت خیز رات کے حال میں سواد اعظم کے منصف مزاج اہل قلم لکھتے ہیں[2]۔

---

[1] تاریخ کامل صـ ۱۵۵ طبع مصر

[2] ذکر الشہادتین صـ ۱۳۱ مطبوعہ رزاقی پریس کانپور ۱۹۲۷ء

"آپ کبھی صحنِ خانہ میں آتے کبھی اندر جاتے تھے یہ رات وہ تھی کہ ماہِ فلک کا دل لالۂ چمن کی طرح داغدار اور تارے صورتِ اشکِ یتیم نمودار رات نے لباسِ ماتمی پہن کر اپنے کو آپ کا ماتم دار بنایا آفتاب نے بیت الاحزانِ مغرب میں شام سے منہ چھپایا تھا چرند اور پرند اپنے آشیانوں میں آنسو بہاتے تھے شجر و حجر آپ کی شہادت کی خبر سے بے تاب ہوئے جاتے تھے ذرّہ ذرّہ اس آفتابِ ولایت کے غم میں پڑا تھا قطرہ قطرہ آپ کے الم میں آنکھوں سے دریا بہا رہا تھا۔"

پیغمبرِ اسلام کے بھائی رسولِ عربی کے بلافصل جانشین نفسِ خیر المرسلین کی وفات دنیا کا کوئی معمولی واقعہ نہ تھا کائنات میں ہلچل تھی زمین سے جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس سے تازہ خون جوش کھاتا ہوا نکل آتا تھا دنیا میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی تھی مگر تاجدارِ دنیا و دیں محرابِ عبادت میں تھے یہ ساری رات آپ نے عبادت میں بسر کی اور صحیح یہ ہے کہ اس شب اپنی بیٹی ام کلثوم کے گھر میں تھے تمام شب قیام و قعود رکوع و سجود میں مصروف رہے جب سپیدۂ سحر نمودار ہوا تو مسجد کا عزم کیا مرغابیوں نے دروازہ تک پہنچتے پہنچتے گھیر لیا اور اپنی بلند آوازوں سے جنت کے مسافر کو وداع کیا فخرِ سلیماں فوراً سمجھ گئے اور اپنی شہادت کی خبر دی اول الذکر مورخ نے اس کا بھی

---

۵ تاریخ کامل ابن اثیر ھ ۱۵۵ طبع مصر

باعتراف کیا ہے قال الحسن بن کثیر عن ابیہ قال خرج علی من الفجر فاقبل الاوز یصحن فی وجہہ فطردوھن عنہ فقال ذروھن فانھن نوائح فضربہ ابن ملجم فی لیلۃ[1] حسن بن کثیر اپنے باپ کی زبانی ناقل ہے کہ آپ فجر کے وقت گھر سے برآمد ہوئے بطیں سامنے آگئیں اور شور کرنا شروع کیا آپ نے ان کو ھکایا اور فرمایا کہ انھیں رہنے دو یہ نوحہ کر رہی ہیں پس ابن ملجم نے رات ہی میں ان پر تلوار سے حملہ کر کے زخمی کر دیا۔

مسجد کوفہ میں نماز صبح اور جناب امیر کی امامت خوش بخت تھے وہ نمازی جو اس عظیم ثواب واجر کو حاصل کرتے تھے ۱۹ رمضان سنہ ۴۰ھ کی نماز اسقدر حیرت ناک تھی کہ ایک گندم نما جو فروش مسلمان عبدالرحمن بن ملجم مرادی نے نماز کی حالت اور سجدہ باری میں امام خلق پر سنگین حملہ کیا اور طلوع آفتاب سے پہلے چراغ امامت گل کر دیا یہ وہ تلوار تھی جس کو ۴۰ دن پیہم تیز کیا تھا خود ابن ملجم نے اپنی منحوس تلوار کی تعریف میں کہا تھا واللہ ان سیفی اشتریتہ بالف وسممتہ بالف ولو کانت ھذہ الضربۃ علی اھل مصر ما بقی منھم احد[2] خدا کی قسم میں نے تلوار کو ایک ہزار میں خریدا اور ہزار زہر آلود کرنے میں صرف کیے اگر یہ ضربت تمام شہر پہ پڑتی تو ایک بھی زندہ نہ بچتا۔

---

[1] روضۃ الصفا مطبوعہ نولکشور صہ ۵۳۲

[2] تاریخ الکامل

خدا جانے اس سازش کے کثیر مصارف ابن ملجم الیسا مفلس برداشت کر رہا تھا یا کوئی اور طاقت کارفرما تھی ایک معمولی حیثیت کا عرب ایک ہزار درہم کی تلوار خریدتا ہے اور ایک ہزار درہم اس کے زہر میں بجھانے میں صرف کرتا ہے اور جب شہادت واقع ہو جاتی ہے تو حاکم شام معویہ کے چہرہ پر مسرت کی لہر دوڑتی ہے اور اس کو اطمینان ہوتا ہے کہ اب تمام ملک اسلام کے زیر بلا شرکت غیرے فرماں روا ہیں اور کھلے ہوئے آثار و حالات کی واضح شہادت کے بعد بھی کسے شبہ ہو سکتا ہے کہ اسلام کے سب سے بڑے ناصر کا خون ناحق کس کی گردن پر ہے اور تمنائے تخت و تاج نے دنیا و آخرت میں کس کو رسیاہ کیا بحث کے خاتمہ پر ناظرین یہ بھی نوٹ کرلیں کہ قطامہ جس کی محبت میں عبدالرحمٰن ابن ملجم اس عظیم گناہ کا مرتکب ہوا وہ ابوسفیان کے خاندان کی عورت تھی پنجتن کا خاتمہ کس کے ہاتھ سے ہوا اسے نہ بھولنا۔

شہادت کے المناک موقع پر اعتراف فضائل

مولا کی رحلت پر امام حسنؑ کا اپنے ملفوظات میں حدیث خیبر کو یاد کرنا ایک حکیمانہ فعل ہے بقول ابن جریر طبری امام حسنؑ نے باپ کے خصائص میں فرمایا کان النبی اذا بعثہ فی سریۃ کان جبریل عن یمینہ و میکائیل عن یسارہ فلا یرجع حتی یفتح اللہ علیہ اہل عراق تم میں وہ ذات اٹھ گئی ہے کہ پیغمبرؐ جب اس کو کسی چھوٹی سی چھوٹی لڑائی میں

لہ حدیقۃ الحقیقہ سنائی ص ۱۴۱

بھیجتے تھے تو جبرئیل اس کی داہنی طرف اور میکائیل بائیں طرف رہتے
تھے اور وہ بغیر فتح کیے پلٹتا ہی نہ تھا عمرو بن حبشی کی روایت میں حدیث خیبر
کی صراحت ہے قال خطبنا الحسن حین قتل علی ولقد قال لقد فارقکم
رجل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطیہ الرایۃ فلا ینصرف حتی
یفتح اللہ علیہ ما ترک من صفراء ولا بیضاء الا سبعمایۃ درھم کان یریدھا
الخادم لاھلہ[۱] امام حسن نے بعد وفات خطبہ پڑھا اور فرمایا آج تم میں سے
ایک ایسا مرد جدا ہو گیا کہ جب رسول اس کو علم دیتے تھے تو جب تک
وہ فتحیاب نہ ہوتا پلٹتا نہ تھا اس نے سوا چاندی کچھ نہیں چھوڑا سوائے
سات سو درہم کے جس کا ایک خادم خریدنا چاہتے تھے

دشمن کا قول عن ام المومنین عائشہ رض قالت لما بلغھا موت علی
بن ابی طالب لتصنع العرب ما شاء فلیس لھا احد ینھاھا
ام المومنین بی بی عائشہ کو جب حضرت علی کی وفات کا علم ہوا تو کہا کہ
اب ملک عرب جو چاہے کرے ان کا خصم نہیں رہا وکان معویہ یکتب فیما
ینزل بہ لیسال لہ علی بن ابی طالب عن ذالک فلما قتل علی قال ذھب
الفقہ والحکم بموت ابن ابی طالب فقال عتبہ اخوہ لا یسمع ھذا اھل الشام
فقال دعنی عنک (اخرجہ ابن عبد البر فی الاستیعاب) امیر معویہ کو جو امور
دشوار پیش آیا کرتے تھے ان کو لکھکر جناب امیر علیہ السلام سے پوچھا کرتے
تھے جب جناب امیر شہید ہو گئے تو امیر معاویہ کہنے لگے اس ابن ابیطالب

[۱] ارجح المطالب صفحہ ۷۔ نمبر ۷

کی موت سے فقہ اور حکمت جاتی رہی عتبہ اس کا بھائی کہنے لگا کہیں یہ بات اہل شام نہ سن لیں معاویہ نے کہا چھوڑ مجھے[۱] اس بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مولا علمی لحاظ سے ہر حکومت کو مدد پہنچاتے تھے قبل کے فرمانروا پکار پکار کر کہتے تھے لولا علی لہلک[۲] فلان اور ان کی علمی مشکلیں آپ سے حل ہوتی تھیں اور معویہ تک یہ رویہ باقی رہا اور ان کو بھی مسائل پوچھتے میں غیرت ملوکیت سدراہ نہ ہوئی اس حقیقت پر گہری نظر کے بعد فرقہ باطل کے پیشوا ابن حزم کا یہ کہنا کہ ابن ملجم نے خطاء اجتہادی کی ان[۳] کے اسلام کا پوسٹ مارٹم ہو جاتا ہے۔

غرض یہ کہ شہادت حضرت امیرؑ پر شام میں یوم مسرت قرار دیا گیا اور چشم و چراغ[۴] ابوسفیان کا خبر وفات مولا پر شکر کا سجدہ کرنا بھی صفحۂ قرطاس پر موجود ہے ام المومنین بی بی عائشہؓ بھی خوش ہوئیں۔

اعلیٰ تمدن اور شان خلافت

۲۵ سال امامت کی مدت میں ہر سہ خلفاء کو اپنے اقوال و افعال سے مدد دیتے رہے مشکل مسئلے ناخن علم و تحقیق سے سلجھائے آڑے وقت میں اپنے آدمیوں سے فتوحات میں مدد دی جنگی مشوروں نے اسلام کو دور دور پہنچایا اور ۵ برس کی اپنی ظاہری حکومت میں ان بگڑے ہوئے حالات کو سنبھالا جو حرم نبوی میں خلیفہ ثالث کے قتل کا سبب ہوئے

۱؎ مختصر معانی ص ۹۶ ۲؎ ازح ص ۱۳۷ ۳؎ حیات الحیوان دمیری ج ۱ ص ۴۱ ۴؎ مقاتل الطالبین ص ۲ طبع مصر ۱۹۰۹ھ ۵؎ فخری ص ۶۵ و حیوۃ الحیوان دمیری ج ۱ ص ۵۱ و مقاتل الطالبین ص ۲۲۔

تھے مدینہ سے دار الحکومت بدل کر کوفہ میں دار العلم بنایا سندھ[۱]
پر فوج کشی کی اور مشرکین ہند نے محمدؐ رسول اللہ کا کلمہ پڑھا مشرکین ملکوں میں
پل تعمیر کیئے بیت المال جو حضرت داؤدؑ نبی کے وقت کی بنیاد سے تھے
آپ کے دور میں کئی کئی مرتبہ جھاڑو دیکر حقداروں کو ان کا حق پہنچایا۔
اور دولت منجمد نہیں رہی۔

پسماندگان

بھائیوں میں آپ اپنی ذات سے فرد فرید انسان تھے
عقیل اور جعفر طیار انتقال کر چکے تھے وہی منجھلے بھائی
جنکی نماز جعفر فریقین کے کتب میں موجود ہے اور ان دونوں بزرگان
دین کی اولاد جنازہ پر ہے بہنوں میں ام ہانی نے غم برادر بڑی ہمت
سے برداشت کیا اور وہ گویا صدمہ اٹھانے کے لیئے دنیا میں انہیں
تھیں طالب کے کوئی اولاد نہ تھی وہ ابتدائے عمر میں فوت ہو چکے
تھے اور ان کے لیئے ابن صباغ مالکی کا یہ اہتمام کہ ان کو کسی جن کے
سایہ سے موت آئی یہ اطلاع بھی کسی کمینہ اور عداوت کی تحت میں ہے
اور خاندان کی توہین کی غرض سے ہے بڑے بڑے راہب اور
پیر مرد جس سے پیغمبر کا چچا اور مربیؐ ہونے کی وجہ سے کلام کرنا فخر
سمجھیں جس سے درندوں نے باتیں کیں اس کے بیٹے پر کسی جن کا
سایہ تھا وہ ایمہ ہے اور علیؑ کے امام الانس والجنہ ہونے کی نفی ہے تم

---

[۱] تاریخ الکامل ج۲ [۲] احسن الانتخاب ص۸۰ [۳] جواہر سنیہ
[۴] اسعاف الراغبین ص ۱۳

اس ہدف ملامت سے ان کو گمنام رکھنا چاہتے ہو تو میں کہتا ہوں
اُن کی خاموش قربانی یہ تھی کہ پیغمبر کا چچا ابوعلی ابوجعفر کے نام سے
مشہور نہیں ہوا بلکہ اس وقت سے روز قیامت تک وہ ابوطالب
سے پکارا جاتا ہے۔

مختلف بیبیوں اور کنیزوں سے جو اولاد ہوئی انہیں اٹھارہ
اولاد بیٹے اور سترہ بیٹیاں جن میں اولاد معصومہ کے بعد علماء نے
حضرت عباسؑ کو افضل سب سے قرار دیا ہے اور بے شک جس بلند
ترین درجہ کو روز عاشور حاصل کیا وہ ان کا طرۂ امتیاز ہے بعد ابوالفضل
کے محمد حنفیہ سب میں بہتر ہیں ان کے نامور الشان اور بہادر مرد ہونے
کو دشمن بھی مانتے ہیں امام حسنؑ اور جناب عون اولاد ام البنینؑ پر
اس خادم دین کی مستقل کتابیں اور سیرت ثانی زہرا حضرت زینب کبریٰ
پر ضخیم جلد سپرد قلم کرنے کے بعد اس نونہال کی مبارک سیرت پر قلم
اٹھانے کا فخر حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

محمدؐ بن حنفیہؑ

عظیم الشان باپ کی اولاد کا عظیم المرتبت فرزند جس کا
نام محمد اور کنیت ابوالقاسم ہے کہا جاتا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے بہت
پہلے ان کی پیدائش کی بشارت دی اور اپنا نام اور کنیت رکھنے کی
اجازت دی ورنہ اسلامی دستور یہ ہے کہ جب بچہ کا نام محمد ہو اس کی

کنیت ابوالقاسم نہ ہو اس خصوصیت کو میں شاہزادہ کی تسلیم کرنے پر تیار نہ تھا اور میرے نزدیک پیغمبرؐ خدا کی پیشین گوئی اور اجازت کا تعلق امام زماں حضرت حجتؑ کی ذات سے ہے مگر جس خاتون کو اس نونہال کی ماں ہونے کا فخر حاصل ہے اس سے خلاف عادت امور ظہور میں آئے اور محمد حنفیہ بھی صاحب کرامات تھے اس لئے میری جبینِ نیاز خم ہے۔

اس مخدرہ کا نام خولہ دختر ایاس[۱] بن جعفر بن قیس ہے جس کی خواستگاری میں کئی شخص آرزومند ہیں اور وہ یہ کہکر ہر پیام کو ٹھکراتی ہے کہ میرا شوہر تو وہ ہے جو بتائے کہ میں نے پیدائش کے وقت کیا باتیں کی تھیں یہ گھرانا عرب میں بنی حنیف سے مشہور تھا مسلمانوں میں صرف مولاؑ کی ذات وہ تھی جس نے ایک مجمع میں بتایا کہ خولہ نے وقت ولادت کیا کہا تھا اور یہ بھی فرمایا کہ اس کی باتیں ایک تقطیع پر لکھی ہوئی اس کے پاس موجود ہیں خولہ نے برقعہ سے تقطیع نکال کر پھینکی اور جو کچھ کہا تھا وہ اول سے آخر تک اس پر لکھا تھا پیام دینے والے خاموش ہو گئے اور وہ خاتون ایک عرصہ کے بعد جب اس کا بھائی بھی مدینہ میں آ گیا عقدِ مولا میں آئی۔ کاش وہ باتیں بھی راوی نقل کرتا جو بعد ولادت اس مولود نے کی تھیں کلام پردۂ خفا میں رہا۔

شاہزادہ حضرت عمر کے دور حکومت میں پیدا ہوا باپ اور معصوم بھائیوں

۱؎ مصائب الشیعہ ج ا ص ۶۱ از بحار الانوار علامہ مولانا سعادت حسین خاں مجتہد عربی پروفیسر شیعہ کالج لکھنو

کے ماحول میں پرورش پائی علم و عمل حلم اور بردباری تقویٰ اور پرہیز گاری فصاحت و بلاغت شجاعت و فتوت میں نظیر نہ تھا جمل اور صفین میں ان کی بہادری کے کارنامہ شہرۂ آفاق ہیں ابن ابی الحدید کی تحریر ہے کہ محمد ہی کے لیے مولا نے کہا تھا ھٰذا یدی یہ میرا ہاتھ ہے اور وہ دو (حسنین) میری آنکھیں ہیں جب آنکھ پر کوئی آفت آتی ہے تو ہاتھ سے بچایا جاتا ہے اور یہ وجہ ہے کہ وہ حضرت بار بار محمد حنفیہ کو بھیجتے اور حسنین کو روک لیتے تھے۔

جنگ جمل میں علم محمد حنفیہ ہی کے ہاتھ میں تھا اور یہی وہ دلیر انسان ہے جس سے مولا نے کہا تھا بیٹا پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے مگر تو اپنے مقام سے نہ ہٹنا اپنے دانتوں کو ایک دوسرے سے پیوستہ کر کے خوب مضبوط بند کر لے کاسۂ سر کو عاریۃً خدا کے حوالہ کر دے قدموں کو زمین میں گاڑ دے ہمیشہ صفِ دشمن کی انتہا پر نظر رہے فتح و نصرت خدا کی طرف سے ہے۔[1]

محمد کی ذات باپ کی سرکار میں ان کے دست راست کی تھی چنانچہ خوارج میں جب ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ کیا سبب ہے تمہارے باپ تم کو جہاد پر ہر دفعہ بھیجتے ہیں اور حسنؑ اور حسینؑ کو نہیں بھیجتے تو فرمایا اے شخص تجھ پر وائے ہو کیا تو نہیں جانتا کہ وہ دونوں ان کی آنکھیں ہیں اور میں بمنزلہ ہاتھ ہوں اور انسان ہاتھ سے آنکھوں کو

---

[1] منتخب طریحی۔

بجاتا ہے۔ کامل نے مبرد میں لکھا ہے کہ امیر المومنینؑ کے پاس ایک زرہ تھی جو لانبی تھی اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اس کا دامن اتنے حلقوں سے کم کر دو چنانچہ محمد نے ایک ہاتھ سے وہ حصہ مضبوط پکڑا جہاں سے زرہ کا کم کرنا مطلوب تھا اور دوسرے ہاتھ سے بڑھتی حصہ کو زور سے کھینچا زرہ کا دامن برابر کر دیا اس مظاہرۂ طاقت پر بعض واقعہ نگار کہتے ہیں کہ ایک عورت کی نظر بد لگی اور ہاتھ ایسا زخمی ہوا کہ پھر تا حیات زخم مندمل نہ ہوا عرب میں علاوہ طاقت و توانائی کے دوسرے خصوصیات کے بھی مقابلہ ہوا کرتے تھے چنانچہ بادشاہ روم کی طرف سے ایک لانبا اور دوسرا موٹا شخص بھیجا گیا کہ اس کا ایسا انسان اپنی مملکت میں دکھاؤ معاویہ نے عمر بن عاص سے کہا کہ عرب میں اس لانبے کا تو جوڑ ہے مگر اس تنومند کے لیئے کس کو تجویز کریں لوگوں نے کہا عبد اللہ بن زبیر یا محمد حنفیہ چنانچہ لانبے شخص کے جواب کے لیئے قیس بن سعد کو بلایا انھوں نے اس طویل القامت انسان کو دیکھ کر اپنا زیر جامہ اتار کر دیا کہ پہن لے کپڑے اتارنے پر پیجامہ پہنا تو دبجائے کمر تک ؟ سینہ تک پہنچا اور وہ شرمندہ ہو گیا قیس سے کہا تم نے کوئی دوسرا پیجامہ کیوں نہ دیا جواب دیا ارادت لکیما یعلم الناس انما سراویل قیس والوفود شہود اس لیئے کہ حاضرین دیکھ لیں یہ زیر جامہ میرا ہی ہے

اس کے بعد معویہ محمد بن حنفیہ کی طرف متوجہ ہوا آپ نے فرمایا اس قوت دار رومی سے کہو کہ یا تو یہ زمین پر بیٹھے اور مجھے اپنا ہاتھ دے کہ

میں اسے اٹھادوں اور یا وہ مجھے زور کر کے بٹھا دے اور اگر چاہے تو وہ کھڑا ہو میں بیٹھتا ہوں اور وہ مجھ سے یہی سلوک کرے۔ رومی نے بیٹھنا پسند کیا محمد حنفیہ آگے بڑھے اور ہاتھ پکڑ کر ایک ہی جھٹکے میں اٹھا دیا رومی نے لاکھ کوشش کی بٹھانے کی مگر آپ کو بٹھا نہ سکا پھر اس نے محمد حنفیہ سے کہا کہ آپ بیٹھیے میں آپ کو اٹھادوں گا آپ بیٹھے اور جگہ سے جنبش نہ ہوئی وہ آپ کو اٹھا نہ سکا۔ عموماً طاقت اور قوت کے کام داہنے ہاتھ سے ہوتے ہیں یقیناً باپ کے حکم سے اپنے دست راست سے زرہ چاک کی تھی اور وہی ہاتھ زخمی تھا لہٰذا اب فضیلت اور بڑھ جاتی ہے زخمی ہاتھ سے اٹھایا۔

یہ واقعہ شہاب الدین محمد بن احمد محلی[۱] اور تقی الدین ابوبکر نے بھی اپنی کتابوں[۲] میں صحت و وثوق سے نقل کیا ہے یہ معویہ کی رجوع تھی عبدالملک بن مروان نے بھی آپ سے ایک موقع پر رجوع کی واقعہ کربلا میں ان کے شریک ہونے کی ایک تو وجہ یہ تھی کہ ہاتھ زخمی تھا دوسرے سید الشہداء کا اہل حرم میں اپنا قائم مقام کر گئے تھے اور مدینہ سے وہاں کے اطلاعات کا بھی ان پر فرض عاید تھا یہ کرامت بھی صفحۂ تاریخ پر موجود ہے جب واقعہ کربلا کی اطلاع آئی تو آپ اس قدر روئے کہ طشت آنسوؤں[۵] سے بھر گیا۔

---

۱ سلسبیل فصاحت ۱۱۳ ۲ صدف مشحون ج ۱ ص ۵ ۳ مستطرف ج ۲ صفحہ ۲۷ ۴ ثمرۃ الاوراق ج ۲ ص ۳۰۲ ۵ غایۃ المواعظ ۸۸ طبع مصر

ربیع الاول ۸۱؁ھ ان کی تاریخ وفات ہے اور بنی ہاشم
نے جنت البقیع میں ان کو سپرد خاک کیا مگر خدا برا کرے اختلافات
پیدا کرنے والے عناصر کا جس نے ان کی موت سے انکار کیا چنانچہ
فرقہ کیسانیہ ان کو امام مانتے ہیں اور اپنے نزدیک مہدی آخر
الزمان قرار دیتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ جبال رضوی میں یمن کی
پہاڑیوں سے عمان کے کوہستان تک چلی گئی ہیں وہاں وہ موجود
اور زندہ ہیں اس غلط فہمی نے وہ شہرت حاصل کی سید اسمٰعیل حمیری
ایسے شاعر اہل بیت نے شعب[۲] رضوی پر پورا قصیدہ نظم کیا اور
تاریخ اسے محو نہیں کر سکی بارھویں امام کے وجود پہ پیغمبر اسلام کی
وہ متواتر خبریں تھیں کہ عقیدت کیش طولانی انتظار اور سلسلہ امامت
کو گیارھویں امام تک ختم ہونے کے پہلے مہدی آخر الزمان کے احساس
پر گمراہ ہوئے بقیع میں تو قبر آپ کی نمایاں نہ تھی جو ضلالت کا
استیصال ہوتا اور بقیع میں قبر ہونا کسی حدیث کا مفہوم تو نہیں ہے
جس طرح مشاہیر کے جائے دفن میں اختلافات ہوا کرتے ہیں ممکن
ہے بقیع کا قول قوت نہ رکھتا ہو اردو سفرناموں میں سب سے قدیم
سفرنامہ حاجی حسن علی لکھنوی مرحوم کا ہے وہ سلطنت اودھ کے ختم
ہونے کے ساتھ اس دور کے آخری زائر ہیں جو دودی جہاز سے[۳]
بصرہ میں اتر کر ایک دن میں قصبہ خارک پہنچے اور بالائے کوہ مرقد محمد حنفیہ

---

(۱) نور الابصار ص۱۵۲ (۲) دیکھو تاریخ اسلامی السیاسی ص۳۲۰ مصر (۳) سفرنامہ سبل الحاجم مطبع سلطانی

بن حنفیہ کی زیارت کی ان مقامات کا آج کوئی بتانے والا نہیں نہ ذوق جستجو ہے۔

سواد اعظم میں درجہ اوّل کی کتابوں میں محمد حنفیہ کی شخصیت پر روشنی ڈالی گئی اسمٰعیل بخاری سب سے بڑے محدث نے محمدِ حنفیہ کے اقوال نقل کئے ہیں کچھ نصیحتیں بہاء الدین عاملی علیہ الرحمۃ نے سپرد قلم کی ہیں لباب التنزیل اور تفسیر بحر محیط میں آیات قرآن کے اختلاف قرأت پر آپ جابجا قرأت محمد بن حنفیہ کا تذکرہ پائیں گے یہ ان کے علم قرآن پر روشن دلیل ہے۔

محمد حنفیہ کے اقوال اور قرأت پر ان کی رائے

باقیات الصالحات یقیناً یادگار ہیں اگر انسب کو الف کو جمع کیا جائے تو ایک کتابچہ تیار ہو سکتا ہے ہاں انتقام خون حسین میں ان کا نام مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی علیہ الرحمہ کے حالات میں جو عوام کی زبان پر ہے اس کے بیشتر حصہ افسانہ ہیں معتبر حالات اقل قلیل ہیں اعمال شب جمعہ میں دعائے اعتجاب جو مجمع الدعوات الیسی بلند پایہ کتاب سے ماخوذ فارسی اور اردو اور گجراتی لوعا کی کتابوں سے صدیوں سے جگہ پا رہی ہے۔ اللّٰہم انی اسئلک یا من اعتجب بشعاع نورہ اس دعا کے راوی محمد بن حنفیہ ہیں اور مطالعہ

---

۱ ادب المفرد صفحہ ۱۲ ۲ حملات ص ۵۰ ۳ صفحہ ۲۵ ۹۵ ۳ جلد ہفتم میں ص ۱۹۳ و ۲۲۵ و ۲۷۲ و ۲۱۳ و ۲۲۶

کی ایک جماعت دعویدار ہے کہ ہم ان کی اولاد میں ہیں چنانچہ کتاب سفیر اودھ کے مصنف محمد مسیح الدین علوی[۱] دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ ان کے مورث اعلیٰ محمد بن حنفیہ ہیں اور مولوی رحمان علی تذکرہ علماء ہند میں پرزور لفظوں میں لکھتے ہیں کہ علویان کاکوری محمد[۲] حنفیہ کی اولاد ہیں یہ نسل تو بھارت کے اتر پردیش ضلع لکھنؤ میں ہے عرب میں ان کی نسل کہاں ہے یہ علم انساب میں دیکھو صوفیائے کرام نے اپنے سلسلہ میں بھی وہاں تک پہنچنا فخر خیال کیا ہے۔

الواعظ بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۹ء میں ہم مستقل مقالہ محمد پر لکھ چکے ہیں۔ اولاد محمد بن حنفیہ کے وجود پر مرقومہ بالا اطلاعات کلام غیر ہے جو ہم پر حجت نہیں ہو سکتے۔

(اطلاع) اولاد حضرت امیر المومنین میں جناب ام کلثوم بڑی مظلوم خاتون اور مصیبت زدہ عورت ہیں ان کے بارے میں بعض مسلمان اس غلط فہمی میں ہیں کہ بناہ بخداوہ حضرت علی ان کے باپ سے زیادہ سن رسیدہ خلیفہ دوم کے نکاح میں تھیں گزشتہ صفحات میں اس کے بارے میں اشارہ کر چکا ہوں حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر کی بی بی ام کلثوم بنت جرول نامی عورت تھی جیسا کہ شبلی نعمانی نے الفاروق میں تسلیم کیا ہے ہمنام ہونے سے دشمن دھاندلی میں کامیاب ہوا اور مخالف آجتک اس افسانہ کو شہرت دے رہے ہیں۔

---

[۱] سراج [۲] تذکرہ علماء ہند ص ۵

ایک طرف تو ترتیب خلافت میں علیؑ مرتضیٰ کا چوتھا نمبر قرار دیتے ہیں اور اس موقع پر یہ دامادی قابل فخر سمجھی جاتی ہے مذہب شیعہ کی بلند پایہ کتابوں میں جو ہمارے اونچے طبقہ نے اس ذکر کو جگہ دی ہے وہ تقیہ کے زمانے کے اقوال ہیں اگر ان انسانوں کو نقل نہ کرتے تو مخالف دور میں کتابیں باقی نہ رہتیں یہی حال احادیث کا ہے اس سلسلہ میں وہ مشہور حدیث جس میں اول فرج غصبت منا وارد ہوا ہے اس سے ذرہ بھر فائدہ اٹھایا نہیں جا سکتا اس وجہ سے ہمارے ائمہ کے اقوال رکیک نہیں ہوتے اور شرمناک لفظیں ان کی زبانوں پر جاری نہیں ہوئیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا آرام و راحت (بعد رسول) پہلے ہی چھین (غصب) لیا گیا اس لغوی معنی پر دلیل ہماری دعائیں ہیں جو درود کے ساتھ زبانوں پر ہیں عجل فرجہم و سہل مخرجہم ہے۔

ام کلثوم کا عقد ان کے چچازاد بھائی محمد بن جعفر طیار کے ساتھ ہوا تھا وہ واقعہ کربلا میں شریک تھیں ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ بقول خان بہادر سید خیرات احمد وکیل گیا صاحب نور ایمان زوجہ یزید کے ہاتھوں قید نہ ہوتیں اور مسلم الکثریت اپنے خلیفہ کی بی بی کا احترام کرتی خلافت دوم میں ان کی وفات ثابت نہیں راہ کوفہ کا خطبہ اور مدینہ رسول میں قید سے رہا ہو کر پہنچنا اور ان کا نوحہ اسیری پر گواہ ہے ام کلثوم کی قبر جنت البقیع میں ہے۔

اس موضوع پر کثرت سے ہمارے علماء نے بحث کی ہے اور
کتب خانوں اور بازار میں کتابیں موجود ہیں شیخ مفید علیہ الرحمہ کا
خصوصی رسالہ میرے کتب خانے میں موجود ہے ام کلثوم سے شام میں
کسی جن[۱] نے باتیں کیں وہ خصوصی فضیلت ہے شہزادی کی جس کی روشنی
میں امام شافعی کا اپنی رباعی میں امام الانس والجنّ کہنا صحیح ہے۔

رو کومت آنے دو

حضرت امیرؑ کی اولاد کُل کی سید ہے مگر
اشد ضروری اطلاع۔ اولادِ معصومہ اُن سے افضل اعلم بہتر ہے
سیادت علوی سے انکار فقہ جعفری سے اختلاف اور جہل پروری
ہے اور یہ مسئلہ اختلافی نہیں بلکہ علماء شیعہ کی اجماعی آواز ہے عصر
رفتہ کے مجتہد اعظم آیۃ اللہ محسن حکیم طاب ثراہ بحث خمس میں تحریر
کرتے ہیں[۲] المراد من بنی ہاشم من انتسب الیہ بالاب اما اذا کان
بالام فلا یحل لہ الخمس و تحل لہ الزکوٰۃ ولا فرق بین العلوی والعقیلی والعباسی
وان کان الاولی تقدیم العلوی بل الفاطمی بنی ہاشم سے مراد وہ ہیں
جو باپ کی طرف سے اولاد ہاشم ہوں اگر ننھیال ان کا ہاشمی ہے تو
خمس کے مستحق وہ نہوں گے زکوٰۃ اُن پر حلال ہوگی اور کوئی فرق نہیں
ہے علوی اور عقیلی و عباسی میں اگرچہ اولیٰ علوی و فاطمی کو مقدم رکھنا ہے
اس عہد کے دوسرے عالم کا توضیح[۳] الاحکام میں بیان یہ ہے۔

۱؎ نابتین فی مقتل الحسین ص ۱۰۱ ۲؎ منہاج الصالحین ص ۲۱۰ محسن الطباطبائی
طبع ۱۳۷۷ھ ۳؎ طبع دوئم ص ۷۶ سنہ ۱۳۹۰ھ نجف اشرف۔

"سہم سادات باید کہ آنرا بانظر مجتہد سیّد یعنے ہاشمی فقیر و مستحق داد" سادات کی رقم مجتہد کے علم میں لانے کے بعد جو اولاد ہاشم میں دیانت دار ہو اس کو دے۔ اس موضوع پر ہم سلسلہ ہذا کے دوسرے رسائل میں بحث کر چکے ہیں وہ وقت گذر گیا جب سادات کا احترام تھا۔ اُدبا کی زبانوں پر یہ جملے تھے اور مثال دی جاتی تھی "عادات السادات سادات العادات" سیدوں کی عادتیں اور معاشرہ بھی اپنے مقام پر سردار ہے صفتوں اور اچھائی کا لوارث میں آنا مطابق فطرت ہے بہادر باپ کے بیٹے کو اصولاً دلیر ہونا چاہئیے حاتم صفت سخی کا فرزند کنجوس نہ ہو حلیم اور بردبار ذات کی اولاد ظالم نہ ہو تو نسبت پانے کی مجاز ہے ورنہ کبھی فرزندِ نوح بھی وجود میں آتا ہے۔

افضلیت آلِ محمدؐ کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ زمانہ جسقدر گذرتا جاتا ہے اعدا میں تیزی کے ساتھ ان حضرات کی طرف منسوب ہونے والوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور جدھر دیکھو علوی، زیدی کاظمی، نقوی، رضوی رہ گئے ہیں آنے دو وہ ہم میں انشاء اللہ اُدھر کوئی نہ جائے گا مثال کے طور پر اخبار جنگ کے عجائبات میں ایک اشتہار ملاحظہ ہو۔ میرا لڑکا سید اختر محمد قوم پٹھان عمر ۲۲ سال بجو پشتو اور اردو بول سکتا ہے گھر سے ناراض ہو کر چلا گیا ہے"

۱؎ مختصر معانی ص ۲۸۴ ۲؎ روزنامہ جنگ ۳۰ جون ۱۹۷۰ء

سید کو قدما شریف کہا کرتے تھے امام زین العابدین نے پینتیسویں دعا میں اپنی فرمایا ہے ان الشریف من شرفتہ طاعتک والعزیز من[۱] اعزتہ عبادتک شریف تو وہ ہے جس کو (میرے معبود) تیری عبادت سے شرف ملے اور باعزت وہ ہے جس کو تیری عبادت عزت دے کیا کہنا اس نصیحت کا یہی وجہ ہے کہ ارباب اخلاص کو اپنی سیادت پر ناز نہ تھا اور وہ اس محل پر بھی فروتنی کی تعلیم دیتے تھے تاہر علی سرہندی کا تخلص علی تھا اور وہ علوی النسب بھی تھے ان کا شعر ہے[۲]

گر از حسب بپرسی قنبریم قنبر — واگر از نسب بگوئی اولاد مرتضی ایم

خطبات اور ملفوظات

انسان کی بہترین یادگار اس کا وہ کلام ہے جو اس کے بعد دنیا میں رہ جاتا ہے اس کا درجہ اس کی اولاد سے بھی برتر ہے اس لیئے کہ اولاد عمر طبیعی کے بعد کارگاہ ہستی سے اٹھ جاتی ہے مگر اس کے ملفوظات باقی رہتے ہیں اور زمانہ دراز تک دلوں سے محو نہیں ہوتے متکلم کے کلام کو حاصل کرنے کے دو ہی طریقے ہیں کچھ تو اس کی گردش قلم باقی رکھتی ہے اور کچھ ان سینوں میں جگہ کر جاتا ہے جو اچھی باتوں کو دماغ سے اخذ کرنے کے بعد قلب کے سپرد کرتے ہیں اپنا قلم اور اپنی صحبت کے حاضر باش اصحاب گفتگو کے نشر کے ذمہ دار ہیں خطبات حضرت امیر ع کے مصادر صرف وہ دماغ تھے جنہوں نے حکیمانہ تقریروں کو یاد رکھا

۱۔ صحیفہ کاملہ ص ۱۲۱ طبع ۱۳۸۱ھ ایران ۲۔ فرحتہ الناظرین از پروفیسر محمد ایوب قادری ایم اے ص ۱۷۲ طبع کراچی (۱۹۷۱ء)

اور وہ زبانیں تھیں جنہوں نے سمجھدار طبقہ کے سامنے من و عن دوہرایا شاید ایسا نہ ہو اس لئے کہ حضرت کے فلسفیانہ کلام میں بلاغت کے اختتام اور صبح ہونے پر جو محققانہ دعا ہے وہ اہل علم کو دست مبارک سے لکھی ہوئی ملی جس کے خاتمہ پر آپ نے اپنا اسم گرامی دن تاریخ[1] اور سن بھی لکھدیا اس افادہ کی تفصیل میرے نشریہ "نور کا تڑکا شرح دعائے صباح" میں موجود ہے جو ۱۳۶۸ھ میں بھارت سے نشر ہوئی امکانات ہیں کہ مولانے اگر کسی خطبہ کو اپنے ہاتھ سے لکھا ہو تو تعجب نہیں ہے فن کتابت پر آپ کے شوق دلانے والے مقولے سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں علیکم بحسن الخط فانہ من مفاتیح الرزق تم پر فرض ہے کہ اپنی اولاد کو خوش خطی سکھاؤ کیونکہ وہ رزق کی کنجیوں میں سے ہے دوسرے مقام پر فرماتے ہیں علّموا اولادکم الکتابۃ فان فی الکتابۃ حکم الملوک والسلاطین اپنی اولاد کو کتابت سکھاؤ کیونکہ کتابت میں بادشاہوں کی ہمت اور توجہ تمہاری طرف مبذول ہوگی یہ خطبات اور ملفوظات ہی تھے جس میں کاتب کو لکھتے وقت نشست کا طریقہ[2] بتایا قلم ہاتھ میں لینے کی تعلیم دی غلطی نہ کرنے کی تدبیر بتائی دوات کہاں رکھنا چاہیئے کتابت پر ہدایات مشعر ہیں کہ آپ کا خود بھی شغل کتابت تھا آپ نے کاتب ابو رافع کو تحریر و تسطیر کی جو ہدایتیں کی ہیں وہ نہج البلاغہ میں موجود ہیں وفات

---

۱ الطرائف الادب الظریف طبع مصر ص ۸۰ ۲ حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۴۱

حسرت آیات رسول عربیؐ کے بعد آپ کا پہلی فرصت میں قرآن مجید لکھنا اور بردار دوش پر ڈالنے سے پہلے تکمیل سے واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی خطبہ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا دستیاب ہو تو بعید نہیں ہے عبدالحمید بن یحییٰ کو ۷۰ خطبے یاد تھے کیا یہ سب موجودہ تدوین شدہ کتابوں میں موجود ہیں خطبات امیرالمومنین نے سب سے پہلے ادباء کے سینوں میں جگہ پائی دماغ نے حافظہ کے خزانہ میں محفوظ رکھا یہاں تک کہ علم سینہ سفینہ میں منتقل ہوا اور نہج البلاغہ فلک تحقیق و ادب پر سورج بنکر چمکا قابل احترام اور معزز جامع نے ہر باب میں صراحت کی تھی جو کچھ حوالہ قلم ہو رہا ہے وہ انتخاب ہے صدیوں کے بعد ماضی قریب میں علامہ ہادی آل کاشف الغطاء نے نجف اشرف سے مستدرک طبع کیا اور کچھ چھوٹی ہوئی چیزیں اور یکجا ہوئیں ۱۰۸ صفحات پر یہ بکھرے ہوئے موتی میرے کتب خانہ میں موجود ہیں یہ پہلی جلد ہے جو سفر عراق کے ساتھ آئی اس کے بعد علماء عامہ میں سے مولوی حکیم نبی احمد رامپوری نے میری ادارت الواعظ ۱۹۵۱ء میں مکاتیب و ملفوظات بغرض اشاعت بھیجے اور میں نے اس سلسلہ کو ان کی ذمہ داری پر اپنے نوٹ کے ساتھ شائع کیا چند نمبروں کے لئے بیشتر اغلباً ثابت نہ ہونے اور کہیں کہیں سند مطلوب نہ ہونے سے اس سلسلہ کو روکنا پڑا اور یہ نتیجہ نکلا کہ جامع نہج البلاغہ نے جو چھوڑا ہے وہ کچھ سمجھ کر اور معیار کو گرنے نہیں دیا ہے۔ ابن نباتہ جو زبردست خطیب تھا اور حافظ ابن تیمیہ خطبات میں جس کی تقلید

کرتے ہیں اس کا قول ہے کہ میں نے مواعظ علی بن ابی طالب سے[۵]
ایک خزانہ حاصل کیا ہے غرض آپ کے تمام کلام کا احاطہ ابھی تک
نہیں ہوا میرے عہد شباب کا ذکر ہے کہ ہائی اسکول کے ایک طالب علم
نے پوچھا تھا حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ زلزلہ آنے سے پہلے مقناطیس
اپنا اثر چھوڑ دیتا ہے یہ مقولہ کہاں ہے؟ ایک مولوی فاضل نے
حیدر آباد کے قیام میں دریافت کیا کہ مولا کا ایک ارشاد ہے جس میں
سترہ حرف ہیں اور ایک ایک حرف حذف کرنے پر عبارت سالم رہتی
ہے ایسے سوالات کا جواب بجز نفی کے اثبات میں دیا نہیں جا سکتا
اس لئے کہ موجودہ کتابیں ان افادات سے خالی ہیں یا ہمارا ذہن
وہاں تک نہیں پہنچا دیوان حضرت امیرؑ پر نجف اشرف میں ریسرچ
ہو رہا تھا ہمیں دیوان منسوب کے بیشتر اشعار مصر و بیروت کے قدیم
وجدید مصنفات میں نظر آتے ہیں کوئی وجہ نہیں ہے کہ جو اشعار مستند
مصادر میں پائے جاتے ہیں ہم ان کا انکار کر دیں اس میں معاشرت
تمدن اتحاد رواداری بیزاری آداب حرب اخلاق کیمیا وغیرہ وغیرہ
سب کچھ ہے یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ موجودہ کلام کے تراجم ہم نے
دنیا کی متمدن زبانوں میں نہیں پھیلائے اقوام متحدہ کے خبر نامہ
مارچ کی اشاعت سنہ ۱۹۵۹ء کے دوران میں روس کے وزیر اعظم مسٹر
نکیتا خروشچیف کی تقریر ان کے اس کثرت سے ترجمے ہوئے کہ اس کا درجہ

---

[۵] الکواکب المضیئہ فی فضائل العلویہ ص ۱۵۹۔

انسان کے سب سے مقبول دلاویز لسٹن سے بڑھ گیا سیزدہ صد سالہ یادگار مرتضوی کے جلسے ہم نے ہر شیعہ بستی دیہات میں شان و شوکت سے کئے مگر ان بکھرے ہوئے موتیوں کو یکجا کرنے پر غور نہیں کیا سچ پوچھو تو ابھی تک ہمارا کلام محفوظ نہیں ہوا تراجم اور اس کو اردو میں ڈھالنا اور دنیا کی تمام زبانوں میں ادائیگی بعد کی خدمت دین ہے کتنے خطبہ آپ کے ایسے ہیں جن کے مضامین عالیہ کا عوام کو تحمل نہیں ہے اس لیئے ہم صدر کلام میں لکھ چکے ہیں ہمارے علماء ان کے ضعیف قرار دینے پر مجبور ہوئے خطبۃ البیان کو عقدۂ لاینحل سمجھ کر نظر انداز کیا برادران اسلام جوش عقیدت میں اپنے صحیفہائے فضائل و مناقب میں برابر اس کو نقل کرتے رہے خطبۂ بے الف، خطبۂ غیر منقوط اور دوسری صنعت پر مشتمل کلام بھی[1] ہمارے سامنے ہے مگر کچھ کلمات ابھی تک عوام و خواص تک نہیں پہنچے اور وہ ان ملفوظات میں محفوظ ہیں جو رفتہ رفتہ معرض تلف میں ہیں اگر قوم نے اس کے عکس حاصل نہ کیئے اور جواہر پاروں کی نقل پر کوئی موثر قدم نہ اٹھایا گیا تو شاید تلف ہو جائیں جن خطبات کا میں صدر سخن میں حوالہ دے چکا ہوں اس سب کے علاوہ ایک خطبہ مکتبہ ممتاز العلماء لکھنو میں چھوڑ آیا ہوں جو قدیم فہرست کتبخانہ کے باب اول کتاب نمبر ۸۱۴ یعنے دُرّۂ منظومہ بحر العلوم سے منضم ہے اس

---

[1] نفائس المعن شاہ علی حیدر قلندر ص ۱۰۵ طبع بجنور

اس خطبہ کو عجائب الاخبار سے نقل کیا ہے اور آخر زمانہ پر بڑی پر تاثیر بحث اور غیب کی خبروں پر مشتمل ہے۔ یہ اس وقت کی تحریر ہے جب خرمہ کی روشنائی کا رواج تھا اس تحریر سے مشابہ تحریرات چھٹی اور ساتویں صدی کی تحریروں میں نظر آتے ہیں کچھ اسی شان کا بمبئی سے ایک قصیدہ جلجلوتیہ اوسط تقطیع ۱۶ صفحات پر شائع ہوا اور نظم اللئالی اسی تقطیع ۱۲۸ صفحات پر بمبئی سے شائع ہوئی جس کا نشر کرنا اس وقت کے ارباب علم بہتر سمجھے یہ ہر دو منظومات میرے کتبخانہ لکھنؤ میں موجود ہیں بعض کلمات کو اس وقت تسلیم کرنا پڑا جب دشمن نے ان کو کلام غیر کہنا شروع چنانچہ مولوی ظہیر الدین اشرف علی لکھنوی نے جب چہل کاف کو شیخ عبد القادر جیلانی کا کلام کہا تو ہم نے کہا کہ تحفۃ العلوام کے قدیم نسخوں میں بحوالہ ابن طاؤس اس کو کلام جناب علی مرتضیٰ قرار دیا ہے اور فوائد المومنین مولفہ میر محمد ہادی المخاطب بہ سادات خان بہادر ابن میر محمد تقی حسینی عہد محمد شاہ ابوالمظفر کا مخطوطہ بھی اسے حوالہ سے چہل کاف کو کلام حضرت امیر قرار دیتا ہے ہم نے الواعظ بابت مئی ۱۹۵۱ء میں شرح و بسط سے بحث کی ہے۔

جب عربی مادری زبان کا کلام سمٹ نہیں سکا تو فارسی کلام جمع کرنے کی کس کو توفیق ہوتی حالانکہ یہ بھی نذر قرطاس ہو چکا ہے ملا کاشی علیہ الرحمہ علامہ حلی کے معاصر تھے جب اپنے مقبول عالم مسدس

۱؎ کلیات آتش ص ۱۱۳ طبع کانپور ۱۸۷۳ء۔

ہفت بند کو ختم کر چکے اور ساتویں بند کا پانچواں مصرع

ع۔ "زائران روضات را بر در خلد برین"

جوش اور ولولہ میں کہہ چکے چھٹے مصرع سے ذہن مساعد نہ ہوا فکر رسا میں جمود اور طبع خاموش خواب میں بشارت ہوئی۔

ع۔ "مید مند آواز طبتم فادخلوہا خالدین"

اور ساتھ ہی اس کے جس بیماری سے تندرست ہونے کے لئے مناجات کی تھی وہ مرض بھی جاتا رہا صحتیاب ہوئے کلام مقبولیت کے اس درجہ پر پہنچا کہ اس وقت سے تاحال اور اب سے تاقیامت اس کے ذریعہ دعائیں قبول ہوتی رہیں گی۔

معالم زلفی میں ہے کہ قطب الدین راوندی فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے مجھ سے کہا ہے کہ میں نے مصر میں کلام امیر المومنین کا مجموعہ دیکھا جو ۲۰ جلدوں سے زیادہ تھا۔

کوئی وجہ نہیں کہ سیرت نگار اس مصرع کو کلام مولا قرار نہ دیں اس سے واضح اور روشن وہ واقعہ ہے کہ ایران کے بعض تاجدار ضریح اقدس امیر المومنینؑ کی زیارت سے مشرف ہوئے حرم نجف میں تخلیہ ہوگیا بادشاہ نے شاہ ولایت کی شان میں یہ مصرع کہا

ع بذرہ گر نگہ لطف بوتراب کند

یعنی ذرہ پر اگر ابوتراب کی نگہ لطف ہوجائے بڑی دیر تک غور کیا مگر دوسرا مصرع ذہن میں نہ آیا واپس ہوا مدت گذری دوسرا مصرع

دار السلطنت پہنچنے پر بھی نہ کہہ سکا حتی کہ ایک نادار طالب علم وارد نجف ہوا اور اس نے تحت قبہ اپنی تنگدستی کی شکایت کی خواب میں بشارت ہوئی کہ ملک ایران جا اور بادشاہ کے سامنے صرف یہ مصرع پڑھ دے ع "بچرخ میرود و کار آفتاب کند" طالب علم نے سفر کیا اور بارگاہ شاہ میں پہنچکر صرف یہ مصرع پڑھا ع

"بچرخ می رود و کار آفتاب کند"

سلطان کو حیرت ہوئی اس کے ذہن کی ناکامی کسی کو علم نہ تھا مصرع سن کر گھبرایا پوچھا یہ بیت کس کی ہے آنے والے نے پورا واقعہ دوہرایا اور بادشاہ کو معلوم ہوا کہ مصرع ثانیہ مولا کا عطیہ ہے اس طرح اگر فصاحت کے چشمے ابلتے رہے زبانہ حیات ہیں تو آج بھی وہ بلشر زبان باقی ہے اور اس نادر الکلامی کا نتیجہ یہ تھا کہ آقائے کائنات کو دوست و دشمن لسان اللہ تسلیم کرتے ہیں یہ جو ہندو میں ہندو دھرم کا جو عقیدہ ہے اس کو مولاؑ کے لسان اللہ ہونے سے اگر ہم ان پر دلیل قائم کریں تو کیا بیجا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایشور کے مکھ سے برہمن پیدا ہوا اور بازو سے راجپوت اور ران سے ویش (تاجر) اور پاؤں سے شودر ہمارا خدا جسم و جسمانیات سے منزہ ہے اور خود مولائے کائنات کی آواز ہے کلما بتصور فی الاوہام فاللہ بخلافہ واسمہ خدا کے لیے جو شکل و شمائل تجویز کرے خدا اس کے بر خلاف ہے لیکن مخلوق کے سمجھانے کے لیے انہیں اپنے روز مرہ میں وجہ اللہ کہا۔

(فائدہ) خطبات امیر المومنین میں خطبۂ شقشقیہ وہ خطبہ ہے جس میں سیرت مولاؑ کے اہم تر پہلو موجود ہیں تاج العلماء سید علی محمد اعلی اللہ مقامہ نے اپنی مخصوص اردو میں اس کا ترجمہ وشرح کلنک کا ٹیکہ نام سے شائع کیا اس سلسلہ میں جناب شمس العلماء مولانا سید ناصر حسین صاحب مرحوم و مغفور کا ایک جواب قابل تحریر ہے جو مع استفسار درج ذیل ہے۔

(س) خطبۂ شقشقیہ کو کس عالم سنت وجماعت نے قبول کیا ہے

(ج) سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں اور فیروز آبادی نے قاموس میں ابن الاثیر جزری نے نہایہ میں اور محمد طاہر فتنی نے مجمع البحار میں اور نیز دیگر علما نے اس کو قبول کیا ہے جس کی تفصیل موجب تطویل ہے

ناصر حسین عفی عنہ بقلمہ

(اطلاع) مجمع میں جو خطبے برجستہ پڑھے گئے اس وقت منبر نہ تھا سیرت میں یہ ہے ثم قام و خطب اٹھ کھڑے ہوئے اور تقریر شروع کی مساجد کے خطبے منبر پر ہوئے ہیں

(فائدہ) ہمارے شیخ الروایۃ آقا سید محسن طہرانی معروف بہ آغا بزرگ اعلی اللہ مقامہ نے نہج البلاغہ کے علاوہ خطبات امیر المومنینؑ جو دریافت کیے ہیں وہ ذریعہ الی تصانیف الشیعہ جلد ہفتم ص ۱۹۹ و ۲۰۷ طبع نجف میں دیکھو۔ تحریرات بخط کوفی ہیں اور شیخ غلام علی سندیلوی نے اقرار کیا ہے کہ یہ خط مولاؑ کی ایجاد سے ہے (دیکھو

تاریخ جدولیہ ص ۱۴۴ طبع ۱۲۷۳ھ انڈیا آفس لائبریری لندن میں بھی کشمیر الاشاعت لکھنؤ کا روزنامہ قومی آواز کے نام کتبہ خط کوفی میں لکھا ہے۔

دیوانِ جناب امیرؑ

ہمارے جذباتی شعراء کا کلام حسن و عشق مبالغہ مدح سرائی تشبیہات سے بھرا پڑا ہوتا ہے لیکن مولا کا حکیمانہ کلام توحید معرفت باری حقائق دین و مذہب کا خزینہ دار ہے اس کے اشعار اخلاق معاشرتی تمدنی سبق ہیں ان حقیقت افروز کلمات کو کس نے مدون کیا اور دیوان کا جامع کس مبارک صدی کا مولف ہے اس کا پتہ ٹھیک سے نہیں چلتا دور ماضی میں یہ مذاق عام تھا کہ اہل قلم دین کی خدمت میں اپنا نام و نمود نہ چاہتے تھے اور نام کے اظہار میں کبھی تو ان کو معاصرین کی شماتت کا خوف دامن گیر ہوتا کبھی وہ اپنے نتیجات افکار پر اطمینان حاصل نہ ہونے سے نام پردۂ خفا میں رکھتے جلال الدین سیوطی ایسے عالم نے کتنی کتابیں لکھیں اور لکھ کر دھو ڈالیں نتیجہ یہ ہوا کہ مولفین کی منکسر مزاجی نے تالیف کا وزن کم کر دیا دیوان بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے چونکہ اشعار کی نسبت اس بلند و بالا شخصیت کی طرف تھی جو فخر انسانیت ہے اس لیئے اشعار کی شہرت میں کوئی فرق نہ آیا مگر مجھے اس کے اظہار میں کچھ عذر نہیں کہ دیوان

کو جو کچھ سراہا وہ اہل سنّت و جماعت نے شیعی علماء نے اپنے حزم و احتیاط سے تفسیر امام حسن عسکری کی طرح اس کو اوّل سے آخر تک کلام امام سمجھنے میں عذر کیا ۔ ہمارے شیخ الروایۃ علامہ شیخ محمد محسن الشہیر بآغا بزرگ الطہرانی النجفی (وفات سنہ ۱۳۹۱ھ) اعلی اللہ مقامہ نے ذریعہ کی چھٹی جلد میں دیوان کی شرحوں کا ذکر کیا ہے جو بدقسمتی سے اس وقت میرے روبرو نہیں یہ تو نہیں کہ سکتا کہ کسی شیعہ نے دیوان کی شرح نہیں کی مگر کلام امام کا ہر محشی مجھے غیر شیعہ نظر آتا ہے چنانچہ مشہور ترین شرح علماء اہل سنّت میں کمال الدین حسین بن معین الدین یزدی میبذی کی ہے جن کا دور سنہ ۸۹۰ھ میں تھا حواشی عبد الحق سہارنپوری محمد فیض الحسن حنفی نظام الدین کیرانوی وغیرہ نے بڑی عرق ریزی سے لکھے صرف موخر الذکر محشی نے جو اشعار سنی عقیدہ کے خلاف تھے ان سے انکار کر دیا ہے اور اپنی عصبیت کا ثبوت دیا ورنہ دیوان کو عام مسلمانوں میں وہ مقبولیت حاصل ہے جو اپنی آپ نظیر ہے جہاں تک غور کرتا ہوں دیوان کسی غیر شیعہ ہاتھ سے مدون ہوا ہے۔

نصیحت امیر المومنین حسن اثابہ اللہ نجاۃ الحق[1] ایسے عنوانات مولف کی سنیت کے ثبوت ہیں مذہب امامیہ میں حضرت علیؑ کے سوا کسی ذات کو امیر المومنین کہنا صحیح نہیں ہے عنوانات بالا کا عربی نہ ہونا اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ تالیف میں عربی نژاد ہاتھ نہیں

---

(۱) تاریخ الخلفاء ص ۱۲۸ مطبوعہ دہلی سنہ ۱۹۱۰ء

صحیفہ کاملہ کی دعائیں خطب نہج البلاغہ کا افتتاحیہ مولف کے عرب ہونے کی دلیل ہے دیوان کے جامع عرب نہ تھے جو ہندوستان کے پریس میں معرا، مترجم، محشی بار بار چھپا بیرون ہند میں چھپے دیوان کی طباعت کا علم نہیں۔

دیوان کے خصوصیات

اس مختصر تعارف کے بعد دیوان کے بارے میں ہم کو مختصر تبصرہ کرنا ضروری ہے۔

(۱) دیوان بھی نہج البلاغہ اور غرر الحکم کی طرح مکمل مجموعہ نہیں ہے چنانچہ ابو حامد غزالی نے احیاء العلوم میں جو اشعار مولا کے نقل کئے ہیں وہ دیوان کے موجودہ نسخوں میں نہیں ہیں۔

رایت العلم علمین × فمطبوع ومسموع × ولا ینفع مسموع × اذا لم یک مطبوع × کما لا تنفع الشمس وضوء العین ممنوع بیشک سنی سنائی باتیں جن کی صحت کا کوئی آلہ نہو مسلمات کے سامنے بے حقیقت ہیں اور بے بنیاد اخبار نفع بخش نہیں ہو سکتے۔

(۲) دیوان کس سن میں مدون ہوا اس کی صراحت نہو نے سے نہیں کہا جا سکتا کہ جن علمائے اشعار نقل کیئے ہیں انہوں نے دیوان کو اپنا ماخذ قرار دیا ہے یا جامع دیوان نے ان کتابوں سے دیوان کو مرتب کیا بظاہر دیوان ہے اصل ماخذ ہے اور اقتباسات سے یہ

بھی واضح ہوتا ہے کہ دیوان کے اشعار کا کہیں کہیں سلسلہ سند بھی ہے للناس حرص علی الدنیا و تدبیر وصفوھا لک ممزوج بتکدیر الخ کے عنوان سے مسئلہ قضا و قدر پر جو اشعار ہیں ان کو سیوطی[۱] نے مبرد کے حوالہ سے تاریخ میں جگہ دی ہے اور بتایا ہے کہ یہ اشعار حضرت علی علیہ السلام کی تلوار پر لکھے ہوئے تھے واقعی کس قدر حکیمانہ کلام ہے فرماتے ہیں۔

لم یرزقوھا بالعقل عند ما قسمت — لکنھم رزقوھا بالمقادیر

کم من ادیب لبیب لا تساعدہ — و مائق نال دنیاہ بتقصیر

لو کان عن قوۃ او عن مغالبۃ — طال البزاۃ ارزاق العصافیر

(حاصل مضمون) جب تقسیم روزی ہو رہی تھی تو اپنی عقل سے کامیاب نہیں ہوا بلکہ تقدیرات نے اس کو روزی پہنچائی کتنے عقلمند اور ارباب ہوش وہ ہیں جو روزی کے معاملہ میں ناکام ہیں اور دنیوی آرام میں بہت تھوڑا پا سکے اگر قوت اور غلبہ حصول معاش کا معیار ہوتا تو باز چڑیوں کی روزی پر قبضہ کرتے اور وہ محروم رہ جاتیں۔

(۳) جس طرح خاندان رسالت کے فضائل اور مناقب دوسرے لوگوں کے سر منڈھے گئے اور تعصب میں ذرّہ کو آفتاب بنانے کی پوری کوشش ہوئی اسی طرح خاندان رسالت کے ملفوظات کو بھی دوسروں کی تصنیف کہدینے میں شرم نہ آئی امام رازی کو اس قسم کی

---

[۱] تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۸ طبع دہلی سنہ ۱۹۱۰ء

خیانت میں خاص مہارت ہے وہ تفسیر کبیر میں جناب امیرؑ کے مشہور شعر ۔ الناس من جہۃ التمثال اکفاء کو ذرا سی تبدیلی کے بعد مامون رشید کا شعر کہتے ہیں اور یہ ان کا طبعزاد خیال ہے ۔

بعض وہ ہیں جو اگر کسی دوسرے کی طرف نسبت دیتے ہیں تو نام ظاہر نہیں کرتے علاء ابو علی بن محمد بن ابراہیم[1] بغدادی ۲۵ھ کے مفسر صوفی ہوتے ہوئے کسی قدر تصرف کے بعد مولا کا مشہور شعر نقل کرتے ہیں ۔

قال بعضھم انما امھات الناس اوعیۃ مستودعات وللآباء ابناء

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مائیں تو درحقیقت برتن کی طرح ہیں جس میں شی رکھی جاتی ہے اور بیٹے باپ کی طرف نسبت پاتے ہیں ۔ اب رہا یہ امر کہ دیوان کی علمی حیثیت تو علماء اہل سنت کو اشعار امیر المومنینؑ کے اجلال میں عذر نہیں ہے ۔

(۱) زمخشری نے ربیع الابرار کے باب الدین[2] میں یہ شعر مولاؑ کا نقل کیا ہے ؎ کیفیت المرء لیس المرء یدرکھا فکیف کیفیۃ الجبار ذی القدم ،

دوسرے[3] مقام پر اسی کتاب میں آپ کا یہ شعر کمال احترام سے نقل ہوا ہے ۔ مسامع مالی کلما جاء طالبا الیٰ اخرہ

(۲) فخر الدین رازی نے قرآن مجید کی آیت لا تقتلوا الصید وانتم حرم کی تفسیر میں دعویٰ کیا ہے کہ وہ مذہ کو بھی صید کہتے ہیں اور استدلال

---

[1] تفسیر خازن [2] روض الاخیار خلاصہ ربیع الابرار از شیخ محمد بن قاسم بن یعقوب ۔ [3] مصر ۔

میں[1] مولا کا یہ شعر پیش کیا ہے۔ عبید المملوک اراتب وثوالب واذا رکبت فصید الابطال۔

دیوان سے فال ارباب عقیدت وخلوص اپنے دنیاوی مشکلات میں عام طور پہ بزرگان دین کے کلام سے فال دیکھتے ہیں مسلمانوں میں خواجہ حافظ شیرازی کا دیوان لسان الغیب کہا جاتا ہے اس کی فال بقول ان کے غیب کی آواز ہے چنانچہ کسی شاہ کا قیمتی جواہر غلام نے غائب کر دیا اس چوری کا صدمہ ہوا اور غلام کو حکم دیا کہ چراغ لے کر کھڑا ہو دیوان سے فال دیکھی تو یہ شعر برآمد ہوا

چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ اگر دیوان حافظ کو یہ عزت ہے تو پھر دیوان حضرت علیؑ کو بدرجہ اتم یہ درجہ حاصل ہے کہ وہ ہمارے اضطرابی کیفیات میں شمع راہ ہو ملا محسن کاشانی نے جب سنا کہ محقق بحرانی سید[2] ماجد شیراز میں آگئے تو اپنی تکمیل علم کے لئے پہلے قرآن مجید سے استخارہ کیا اور یہ آیہ نظر آیا فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین، یہ وہی آیت ہے جو اجداد کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے خصوصی طور پر فقہا نے طلبہ کے سامنے پیش کی ہے پھر دیوان سے تفاؤل کیا تو تائید قرآن ہوئی۔

---

[1] تفسیر مفاتیح الغیب جلد دوم ص ۶۷۸ تقطیع کلاں طبع قدیم کلکتہ

[2] لؤلؤۃ البحرین ص ۸۹

تغرب عن الاوطان فی طلب العلیٰ فسافر ففی الاسفار خمس فوائد

تفرج هم و اکتساب معیشة و علم و اداب و صحبة ماجد

بلندی حاصل کرنے کے لیئے وطن سے نکلو سفر کرنے سے پانچ فائدہ ہیں غم غلط ہونا ذریعہ معاش معلومات میں زیادتی. تحصیل ادب بزرگوں کی صحبت. فال میں صحبت ماجد کی لفظ خاص طور پر الہامی ہے۔

تاثیر کلام دیوان کے بعض نسخوں[۱] میں یہ پر اثر واقعہ بھی دیکھا ہے جس کو ہم مولوی عبد الحکیم حنفی عالم کے افادات سے حوالۂ قلم کرتے ہیں اس ایڈیشن میں اصل دیوان پر تبصرہ بھی ہے یہ ایں الفاظ۔

واقعی یہ وہ مجموعہ منظومات پر تاثیر و ہدایت نامہ ہر صغیر و کبیر ہے کہ جس پر سے ہزار ہا نظم در منثور اور نثر منظور نثار ہے چشم دل وا اور گوش ہوش شنوا ہو تو ظاہر ہو کہ یہ نظم عالی ذریعہ حصول ہر مقصد و ہر کار اور وسیلہ راحت ہر مضطر و دل فگار ہے چونکہ زیادہ بیان کی گنجائش نہیں لہذا صرف ایک روایت امام شافعی رحمۃ اللہ اس کی شان میں بیان کرنا کافی سمجھی جاتی ہے جس سے اس کی کمال عظمت و عمدگی بخوبی سمجھ میں آتی ہے روض الریاحین میں مرقوم ہے کہ کسی بادشاہ نے ایک جواہر اپنے ملازم کے سپرد کیا تھا اتفاقاً اس کے

---

[۱] مطبعہ نامی پریس ۱۳۱۰ھ لکھنؤ

لڑکے نے توڑ ڈالا اس ملازم کو سخت اضطراب ہوا ناگاہ ایک فقیر آیا اور کہا یہ چار بیتیں پڑھ تو مشکل آسان ہو جائے گی اس نے ابیات پڑھے۔ اتنے میں ایک شخص نے آکر کہا کہ بادشاہ کی کنیز بیمار ہوگئی ہے طبیب نے وہی جواہر دینے کو کہا ہے لہذا بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ اس جواہر کو توڑ کے باریک کر کے لاؤ یہ نوکر بہت خوش ہوا اور مطلب دلی اس کا ببرکت ان ابیات کے بر آیا۔

وکم للہ من لطف خفی　　یدق خفاہ عن فہم الذکی
وکم یسر اتی من بعد عسر　　ففرج کربۃ القلب الشجی

شارح دیوان نے اس مقام کا منظوم ترجمہ ذیل کی رباعی میں کیا ہے ؎

گر واقعہ پیش تو آید آدل　　زنہار مشو بنا امیدی مائل
باید کہ بحق کنی توجہ شب و روز　　تا غصہ و غم شود لفضلش زائل

صاحبان حاجت کو اس مقبول کلام سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

مجھے یہ معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی تھی کہ دمشق کے جلیل القدر عالم مولانا سید محسن امین عاملی دامت برکاتہ اعیان الشیعہ کے مؤلف دیوان مذکور کو مستند حوالوں سے ترتیب دے رہے ہیں یہ گراں قدر خدمت شیعہ لٹریچر میں ایک زبردست علمی اضافہ ہے۔

آثار باقیہ آنؑ ذات گرامی کی یاد میں جو آثار باقیہ مملکت اسلام میں پائے جاتے ہیں ان میں:۔

(۱) نجف اشرف قبر حضرت امیرؑ وہ سربلند قبہ اور عظیم یادگار ہے جس پر اس خادم دین نے اپنے سفرنامہ میں بار بار بحث کر کے چپہ چپہ پر تبصرہ کیا ہے مولوی عبدالرحمن جامی المتوفی ۸۹۸ھ کا عقیدہ ہے ؎

سوئے کعبہ روند خلق و من بسوئے نجف — بحق کعبہ کہ آنجا است حق بطرف
تفاوتیکہ میان من است و او نیست — کہ من بسوئے گہر رفتم و او بسوئے صدف

عرفی کی دلی تمنا تھی ؎

بکاوش مژہ از گور تا نجف بروم — اگر بہند بمیرم اگر بتتار

تعشق لکھنوی

بڑھی یہ تربت حیدرؑ سے آبروئے نجف — ملا جو خاک میں قطرہ در خوش آب ہوا

غالب کے عزائم تھے ع عزم سیر نجف و طوف حرم ہے ہم کو

یہ زیارت گاہ روضہ حسینؑ سے ۴۲ میل پر واقع اور دریائے فرات سے ۱۵۰ فیٹ بلند ہے اور آج تک کوئی پرندہ روضہ کے اوپر سے پرواز کر کے گذر نہیں سکتا[۱] روضہ کی شاندار تعمیر تو ۳۶۶ھ میں عضد الدولہ دیلمی کی سرمایہ سے ہوئی پھر تاجداران اودھ نے بعد علام حضرت سید العلماء علیین مکان المتوفی ۱۲۷۳ھ کو ذریعہ قرار دیکر صاحب[۲] جواہر الکلام کے توجہ دلانے پر مختلف اوقات میں تعمیر اور تشکیل کا شرف حاصل کیا۔

---

[۱] مراۃ البلاد [۲] تاریخ شیعہ کا خونچکاں ورق

(۲) مسجد کوفہ میں وہ مقام نمایاں کر کے دکھایا گیا ہے جہاں ابن ملجم ملعون کی تلوار سر مبارک پر پڑی اور مولا مجروح ہوئے مفصل کیفیت سوانح حضرت مسلم بن عقیل میں دیکھو

(۳) مسجد کوفہ سے متصل خانہ حضرت امیرؑ بھی باقی ہے اور حضرت منسوب ہی نہیں بلکہ سفرنامہ ابن جبیر سے واضح ہوتا ہے کہ اس نے شیوخ کوفہ کے چھ سن رسیدہ بوڑھوں سے اس گھر کا پتہ معلوم کیا اور جس مقام پر حضرت کو غسل دیا گیا تھا اس کی بھی نشان دہی کی ہے غسل گول حجرہ کی صورت بنا اور تکفین و تجہیز کی جگہ چبوترہ بنا ہے خادم ایسے موثر الفاظ میں زیارت پڑھاتے ہیں جس کا لطف اہل علم ہی کو حاصل ہوتا ہے زیارت اگرچہ ماثور نہیں مگر انتہائی مناسب اور شایان شان الفاظ میں ترتیب دی گئی ہے اور یہ کمالات ہیں ہمارے اسلاف کے جنکو عرب محفوظ کیے ہوئے ہیں۔

(۴) عالی مقام بحری جہاز کے مسافر سمندر سے اتر کر بصرہ کی گودی سے اس مقدس مقام تک جاتے ہیں سو برس پہلے کے زائرین کا یہی دستور اور پہلی زیارت گاہ یہی تھی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ صدی کے ذو سفرنامہ جات سے یہاں کی کیفیت نذر قرطاس ہو۔

(الف) ایک قدیم سفرنامہ اول آخر سے ناقص میں نے دیکھا ہے جس سے مصنف کا نام تو معلوم نہیں ہو سکا مگر وہ روزنامچہ میں جابجا اپنے تین بھائیوں کے نام لکھتے ہیں سید محمد ہاشم سید محمد جعفر مولوی سید رضی الدین جو

سن وسال میں اُن سے بڑے تھے صفحات کے مطالعہ سے قدم قدم پر جذبۂ تحقیق اور ادبی چاشنی نمایاں ہے بصرہ میں داخلہ پر یہ الفاظ پائے جاتے ہیں

۱۵ ربیع الثانی ۱۲۹۹ھ ۵ مئی ۱۸۸۲ء ہم سب آج صبح کو مسجد عالی مقام میں مشرف ہوئے دو رکعت نماز پڑھی ایک گنبد ہے اس کے اندر منبر بنا ہے بوریئے بچھے ہیں گرد مسجد کے احاطہ ہے ایک جانب چند حجرے ہیں احاطہ مذکور میں شمال وجنوب ایک ایک دروازہ ہے ایک فقیر صحن کے گوشہ میں رہتا ہے وہ مجاور ہے صحن کے اندر چند قبریں ہیں گنبد کے در پر کاشی اینٹ پر یہ مرقوم ہے قال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم انا مدینۃ العلم وعلی بابہا وقال انا وعلی من نور واحد۔

(ب) سرپرست ماہنامہ الجنت لپٹ ور کے دادا آخوند مرزا قاسم علی صاحب مرحوم صاحب درالمصائب ینابیع المصائب وغیرہ کو میں نے بچپن میں دیکھا بڑے مرد مقدس اور ذاکر نیک نفس تھے وہ اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ قرنطینہ سے عبث رہائی پاکر لب دریا آتے ہیں تو کرایہ کشتی علی مقام تک جو تخمیناً ایک میل ہے طے کر لیتے ہیں۔ درمیان میں مزار عباس بن حمزہ ملتا ہے مکانات یہاں کے پختہ اور بلند بازار عمدہ کاروان سرا اور مسافرخانہ بھی ہے پسو بکثرت ہیں اکثر

۱؎ زاد الزائرین صفحہ ۲۵۔

شرب کی سب چیزیں کپڑے ظروف لگی وغیرہ مہیا رہتے ہیں باغات خرمہ بکثرت ہیں جنگ جمل کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے جس جگہ نماز ادا فرمائی وہاں مسجد بنی ہے اور قدم گاہ بھی موجود ہے گرد احاطہ پختہ اور حجرہ ہے خادم بھی حاضر رہتے ہیں۔

(۵) مسجد علی۔ بغداد کی زیارتوں میں وہ عظیم الشان زیارت گاہ جہاں پہنچنے پر علما نے پرزور الفاظ میں تاکید کی ہے اور جس پر سیر حاصل بحث میں ایک رسالہ مرتب ہو سکتا ہے یہ درحقیقت مسجد براثا ہے جہاں بنی اسرائیل کا مقبول ترین عابد یاد الٰہی اور اعتکاف میں ساری عمر ختم کر گئے دفن ہوا مسجد کے دروازہ سے پہلے ایک قدیم قبرستان اور لاتعداد قبریں ہیں سنہ ۱۹۳۳ء میں پہلی بار اس مسجد تک پہنچا پھر ۸ سال کے بعد جو دوبارہ زیارت چاہی تو مسجد براثا کی لفظ سے پتہ نہ چلا اور ایک عرب نے مسجد علی کہکر راہنمائی کی یہاں مولا کے لیئے بعد رسول رجعت آفتاب ہوئی اس لیئے مسجد علی کہا جاتا ہے۔

(۶) محقق بے عدیل عباس بن محمد رضا معاصر بغداد کی زیارتوں کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ طاق کسریٰ میں مصلائے امیر المومنین ہے جہاں دو رکعت نماز مستحب ہے۔[۱]

(۷) شاہ نجف لکھنؤ کی وہ مشہور تاریخی عمارت جو سنہ ۱۲۳۲ھ میں غازی الدین حیدر بہادر نے گومتی کے کنارے بنوائی اتنا بڑا گنبد لکھنؤ کی کسی زیارت گاہ

---

[۱] مفاتیح الجنان صہ ۲۶۲

میں نہیں ہے ایک کروڑ روپیہ سے شاہ موصوف نے ٹرسٹ بنایا مفصل حال تاریخ لکھنؤ میں ہے جنگ آزادی کے موقع پر یہ زیارت گاہ فوجوں میں گھر گئی اور تاریخ اودھ میں اس عمارت کا نام محتاج تعارف نہیں ہے سوز خواں مرثیہ خواں حدیث خواں قرآن خواں بمشاہرہ مقرر ہیں اور قومی خدمات بڑے پیمانہ پر انجام پاتے ہیں۔

(۸) نجف دوسرا روضہ شاہی عمارت کے بعد قاری محمد علی ایک مرد مومن نے اپنے پیسہ سے نواز گنج میں عہد امجد علی شاہ میں بنوایا اور سلطنت کی مالی مدد سے انکار کرتے ہوئے حد تکمیل کو پہنچایا یہ عمارت صرف ایک کمرہ اور چھوٹے برآمدہ اور معقول صحن کی صورت میں ہے اندرون احاطہ چھوٹی مسجد ہے شہر کے غربی حصہ میں رہنے والے مجلسیں کرتے ہیں اور ان کی آمدورفت سے عمارت آباد ہے قاری صاحب کی تصنیف تحفۂ محمدی از رُو علم تجوید میں فن قرأت کی پہلی اور آخری کتاب ہے شکستِ بخیت پر عمارت کے نہ کوئی فنڈ ہے نہ قرب وجوار میں کوئی سرمایہ دار باقی ہے جو مرمت کرے نجف اشرف عراق میں گولہ باری کے موقع پر اسی زیارت گاہ میں یوم غم قرار پاکر احتجاجی جلوس پہنچا تھا۔

(۹) تیسری شبیہہ روضہ امیرالمومنین رستم نگر میں حاجی حسن مرزا مرحوم کی یادگار بزم غم مقبول تابوت ۲۱ ماہ صیام اٹھنے کی جگہ کانگریسی دور میں تعمیر ہوئی جس کا جدید زیارت گاہ ہونے سے تاریخ لکھنؤ میں ذکر نہیں ہے درگاہ حضرت عباسؑ سے قریب واقع ہے گنبد رواق مجلس کرنیکا

درجہ وسیع صحن آباد جگہ ہے۔

(۱۰) ایک غلط یادگار بھولے مسلمانوں میں یہ قائم ہوئی کہ اپنی حاجت پوری ہونے کے لیے مولا مشکل کشا کا روزہ عوام نے رکھنا شروع کیا جس کو ہمارے اجداد نے رد کا روزہ سوائے خدا کے کسی کا رکھا نہیں جاسکتا صوم وصال کو بھی فقہا نے منع کیا ہے چنانچہ عہد مغلیہ کا یہ واقعہ تمام تاریخوں میں ہے اس کو بابر کی بیٹی گلبدن بیگم نے اصلی خدو خال میں اپنے روزنامچہ میں دہرایا ہے مکمل طریقہ تو اس کا کسی کو یاد نہیں شاہزادی فارسی میں رقمطراز ہے جس کا ترجمہ یہ ہے جبکہ ہمایوں بیمار تھے حضرت (بابر) نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا روزہ رکھا جو بدھ کے دن سے شروع ہوتا ہے گرمی بڑی شدت کی تھی اور جگر انسان کے کباب ہو رہے تھے اس روزہ میں منگل کے دن ہی سے باپ کو اضطراب تھا وقت افطار دعا کی کہ خدایا کہ اگر بعوض جان جان مبدل شود من کہ بابرم عمر و جان خود را بہ ہمایوں بخشیدم۔ بارالہا اگر جان کے بدلے جان تبدیل ہو سکے تو میں بابر اپنی زندگی ہمایوں کو بخشتا ہوں دعا پوری ہوئی

لونڈی غلام جو بندہ آزاد تھے ان کے علاوہ غلاموں میں مشہور اور باوفا ذات قنبر ہیں جن پر یہ خادم دین فضل و کرم الہی سے کتابچہ تیار کر چکا ہے دوسرے یحییٰ بن کثیر ہیں جن سے امام اہلسنت اوزاعی روایت کرتے ہیں وہ بڑے عالم اور فاضل تھے

---

۱ ہمایوں نامہ گلبدن ص۲۱ طبع انوار المطابع لکھنؤ

اور ان کے بیٹے عبداللہ یحییٰ بھی بڑے عالم تھے علامہ سید محسن الامین العاملی
نے ایک دوسرے ذی علم غلام کا نام زرین بتایا ہے اور دربار عمر[1] بن
عبدالعزیز میں اس کی فاضلانہ گفتگو درج کی ہے جو بخوف طول درج
نہیں کی جاتی اور دو غلام واقعہ کربلا کے پہلے حملہ میں کام آئے اس
لحاظ سے تو ان کی قربانی عبرتناک ہے کہ آقا زلوہ سے رخصت ہوتے
جنگ کرتے شجاعت کے جوہر دکھاتے شہید ہوتے دل کی آرزو نکلتی
پہلے حملہ میں کام آئے اور دنیا کو دکھا دیا کہ وفا اس کا نام ہے آقا اور
آقا کے دو دوستوں کے تو پہلے نثار ہوئے ان کے نام تھے سلافہ[2] اور عزرہ
(۱۱) مصور فطرت خواجہ حسن نظامی ۱۲ محرم ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۸ار دسمبر ۱۹۴۸ء
منگل کے دن اپنے حیدرآباد دکن کے روزنامچہ میں رقمطراز ہیں آج واقعہ
کربلا کا تیسرا دن ہے اس لیئے اس کو سوئم یا تیجہ کہتے ہیں آج کے دن
تمام سنی شیعہ مسلمانوں میں اپنے عقائد کے بموجب رسمیں ادا ہوتی ہیں
سوا چار بجے شاہی موٹر لینے آگئی میرا خیال تھا کہ عزاخانہ زہرا کی مجلسیں ختم
ہوگئی ہیں اور اب مجھے کہیں جانا نہیں ہے مگر معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے
چوٹمحلہ مبارک میں بلایا ہے۔ پرانے شہر کے اندر بہت وسیع اور شاندار
پر فضا مقام ہے۔ قدیم زمانہ کے نہایت نادر تبرکات اور آثار قدیمہ ہیں
جن میں قلمی قرآن مجید۔ علم اور سونے کے تعزیے بھی ہیں نواب صاحب جھنڈاری

[1] معادن الجواہر و نزہۃ الخواطر فی علوم الاوائل والاواخر ج ۲ ص ۵۵ لم
[2] مناقب آل ابی طالب و ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۳۶۸ طبع بمبئی۔

نے مجھے وہ سب علم دکھائے سونے کے دو تعزیہ بھی وہاں تھے ایک تعزیہ نجف اشرف کے روضہ کی شبیہہ اور دوسرا کربلاء معلیٰ کے روضہ کی تمثیل تھا یہ دونوں سونے کے تعزیہ تھے اور تقریباً ۴ فٹ اونچے اور پانچ فٹ چوڑے چکلے تھے نواب سالار جنگ بہادر نے کہا یہ دونوں تعزیے ٹھیک پیمائش اور اسکیل کے بموجب دونوں روضوں کی تعمیر کی نقل ہیں ''

خواجہ صاحب نے یہ تحریر نہیں کیا کہ اس شبیہہ مزار کا وزن کتنے تولہ ہے اور نہ یہ لکھا کہ قطب شاہی سلاطین کا جوہر عقیدت ہے یا اعلیٰ حضرت کی فکر رسا اور مودت کا نقشہ ہے اس وقت سونا زیادہ مہنگا صحیح مگر تصورات گرانی کے اندر تھے اور اب سونا فی تولہ ۲۹ روپیہ ہے قیمت کا اندازہ ہو سکتا ہے شیعہ سلاطین گولکنڈہ کے وقت میں نقشہ کے مطابق تاسیس کی توقع نہیں اس وقت نقشہ کی تیاری میں وہ آسانی نہ تھی جو فن نے ارتقاب حاصل کیا ہے لہٰذا قیاس ہے کہ یہ طلائی بنیاد خود ان کے وقت کی ہے جس کا اظہار سیاسی مصالح سے نہ وہ کر سکتے تھے نہ خواجہ صاحب ایسا مدبر کر سکا۔

(۱۲) تاریخ مذکورہ کے ذیل میں خواجہ صاحب نے حضرت علیؑ کا مزار عنوان قرار دیکر لکھا ہے :۔ افغانستان میں ایک صوبہ

ف الواعظ فروری سنہ ۱۹۳۶ء۔

مزار شریف کے نام سے موسوم ہے جس میں مشہور تاریخی شہر بلخ میں حضرت علیؑ کا روضہ بنا ہوا ہے جہاں افغانستان اور ترکستان اور خراسان سے لاکھوں مسلمان زیارت کرنے آتے رہتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ کے کچھ ترکات نجف میں دفن کیے گئے تھے اور بنی امیہ خارجیوں کی شرارت کے سبب جسم مبارک بلخ میں لاکر دفن کیا گیا تھا کیونکہ ان ملکوں کے تمام باشندے حضرت علی کے شیعہ تھے اور یہ اعتقاد اتنا پرانا ہے کہ پانچسو برس پہلے حضرت جامی رح نے بھی اس کے متعلق یہ رباعی لکھی تھی۔

گویند مرقد علیؑ در نجف است
در بلخ بیا ببیں چہ بیت الشرف است
جامی نہ عدن گوید و نہ بین الجبلین
خورشید یکے است نور او ہر طرف است

میرے بیان کی تائید نواب سالار جنگ بہادر نے بھی کی۔ اور اعلیحضرت نے اس بیان کو نہایت توجہ سے سماعت فرمایا۔

بیر علی ^(۱۳۲) کنویں کو فارسی میں چاہ اور عربی میں بیر کہتے ہیں اس کنویں کا حال حج کے سفرناموں میں نظر آتا ہے چنانچہ ایک بھارتی مسافر نے حسب ذیل تعارف کیا ہے۔ بیر علی پر مسجد بھی ہے اور بہت سے چھپّر بھی پڑے ہوئے ہیں جہاں وضو کا اور احرام کی نماز کا انتظام ہے پانی قیمۃً ملتا ہے اور بیچنے والوں کا رویہ بھی کچھ نا مناسب ہے لیکن اس راہ میں نہ قیمت کی کوئی اہمیت ہے اور نہ اور کسی چیز کی ہ

صبر و قرار و ہوش و خرد جان و مال و دیں ہو گا جو کچھ حضور میں درکار جائیگا

اس لیئے کوئی اس کی پرواہ نہیں کرتا ایرانی حضرات جس مسرت و انبساط کے ساتھ یہاں لُٹ رہے تھے اس کو دیکھ کر لطف دوبالا ہوتا تھا بیر علیؑ سے بدر تک کا راستہ اونچے اونچے خشک پہاڑوں اور گہری وسیع وادیوں کے درمیان ہے کہیں کہیں ببول کے درخت خاردار جھاڑیاں ہیں (ماہنامہ منادی دہلی ج ۶۷ شمارہ ۸ ص ۳۲) نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وہی کنواں ہے جس سے شب بدر مولا پانی لے گئے تھے اور مسلمانوں کے لشکر کو سیراب کیا ادھر آپ کنویں میں اترے مشکیزہ بھرا اُدھر فرشتے ہزاروں کی تعداد میں نازل ہوئے اور سب نے سلام کیا ان کی آمد ایک تند و تیز آندھی کی شکل میں تھی اور وہ جھکڑ تھے جس سے مشک کا تسمہ کٹ جاتا اور آپ دوبارا کنویں میں جاتے اور پانی بھرتے یہ استقلال اور پامردی کا امتحان تھا ورنہ انسان بار بار کنویں میں جانے سے رہا۔ بحار، سینۃ، المعاجز، مناقب ابن آشوب میں یہ اعجاز درج ہے۔

درگاہ شاہ مرداں (۱) دہلی بھارت کے دارالسلطنت میں یہ درگاہ قدیم عمارت ہے جس کا ذکر نجم الغنی نے تاریخ میں کیا ہے۔ اس پر مفصل بحث ہم سوانح زینب النساء میں کر چکے ہیں۔ سندھ میں حیدرآباد کی قدمگاہ اور وہ کنواں قابل ذکر ہے

---

(۱) تاریخ اودھ جلد اول ص ۲۸۲ طبع نولکشور۔

جب پر شہباز قلندر میں روشنی پڑ چکی ہے۔ جوگی پور د بھارت کی زیارت گاہ پر طول کلام میں روشنی نہیں ڈالی۔ یہ تھے آثار باقیہ مولا کے۔

دنیا کے چپہ چپہ میں نام علیؑ سے برکت حاصل کرنا

اہم عنوان ہے۔ ممالک اسلامی کے چھوٹے بڑے شہروں پر نظر کر کے بطور نمونہ اشارہ کیا جاتا ہے اور تفصیل و تکمیل وسیع النظر ناظرین پر چھوڑی جاتی ہے۔

(۱) آج مسلم یونیورسٹی بھارت کے جس سرزمین پر ہے اس کا پہلا نام کول تھا نجف خان[۵] فرمانروا نے علی گڑھ نام رکھا جس سے سر سید کی وسعت خیال اور رواداری واضح ہے وہ علوم مغربی بھی ایک دانشکدہ کے لئے علی گڑھ کو مناسب سمجھے اور خود ان کے وطن مراد آباد لائن پر گمتانی اسٹیشن موجود ہے۔ مگر کالج کا سنگ بنیاد وہاں نصب کیا وہاں کے گریجویٹ کو خواہ وہ شیعہ ہو یا مسلم علیگ کہتے ہیں یہ جذبہ ان کا عہد مغلیہ کے قدیم دستور کے مطابق تھا۔ اور انہیں کی بصیرت افروز تحریر سے ہمکو معلوم ہوا ہے کہ شہنشاہ اعظم[۳] اکبر کے سکہ میں صدق حضرت ابی بکرؓ عدل حضرت عمرؓ حیا حضرت عثمانؓ کے ساتھ علم علی لکھا تھا۔ (۲) ہمارے (ار ہجرت صوبہ سندھ میں محمد بن قاسم کے حملہ سے پہلے نرائن کوٹ نام جو شہر آباد تھا دریائے سندھ کے شمال میں اور ۲۶ مربع میل میں پھیلا ہوا تھا۔ ۱۱۶۸ھ میں غلام شاہ کلہوڑہ نے بدھوں کو شکست دے کر حیدر آباد نام رکھا ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کی بنا پر ۴ لاکھ ۴۳ ہزار کی آبادی تھی جو روز بروز بڑھتی رہی اور صدیوں سے یہاں کی

۱؎ ہمایوں نامہ گلبدن ص ۱۶ مطبع انوار المطابع لکھنؤ و مناوی دہلی ج ۲ ص ۹۶ ص ۹۵ سنہ ۱۹۶۳ء ۲؎ علمائے ہند نبگشن ص ۲۹۵ ۳؎ آئین اکبری ص ۲۲ طبع ۱۲۷۸ھ

بستی میں جا بجا اونچے اونچے علم نصب ہونے لگے اور دو مستلاران رستوں کو ملنگ کہا جانے لگا۔ (۳) اندھرا پردیش میں دکھن کے مشہور دارالسلطنت حیدر آباد کا نام بھی تبدیل شدہ ہے اس ریاست کا رقبہ ۸۲۶۹۷ مربع میل اور آبادی انگریزی دور میں کانگریسی عہد شروع ہونے سے پہلے ۱۱۵۳۷۰۲۰ نفوس اور آمدنی ۳ کروڑ سالانہ تھی ریاست کا قدیم نام رکھنے والے کی تصریح سید علی اصغر بلگرامی کے قلم سے دیکھو۔ دنیا کی طول و عرض میں چھوٹی بڑی بستیاں اور بھی یہ خصوصیت رکھتی ہیں جس کو میں عمداً نظر انداز کرتا ہوں اس لیے کہ علی نامی کسی احمق کی آباد کردہ ہوں گی باوجود لکھنؤ میں علی نگر اور حیدر گنج اور حیدر آباد موجود ہے جس کو پیش کرنا نہیں ہے مگر یہ صحیح خبر ہے کہ کلکتہ کا نام شیعہ نواب کے فتح کرنے پر کچھ عرصہ تک علی نگر رہا۔

یہ تبدیلیاں عقیدہ اور جذبۂ ایمان سے ہٹ کر کبھی سیاسی مصالح سے ہوا کرتی تھیں چنانچہ حلیمیہ کا نام اور منزل غدیر کا نام عربوں نے بدلا

تصویر فولو النسان کی صحیح یادگار ہے اور اب تک تو دنیائے محبت کے باشندے سمجھتے تھے کہ تمثال محبوب دل میں اس کی باقی رکھنے اور رشتہ الفت کی ایک مضبوط کڑی ہے مگر عصر حاضر نے ثابت کیا کہ تصویر سے درس محبت کے سوا بھی کام لیے جا سکتے ہیں اور تصویر احساسات کو برقرار رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ عہد ماضی کے نظر بازوں نے تصویر کو خاموش کہکر کچھ ایسا شکوہ کیا

۱؎ مآثر دکھن صفحہ طبع ۱۹۲۲ء ۲؎ روزنامہ جنگ کراچی مورخہ ۵ جولائی ۱۹۷۱ء

جو کسی طرح دور نہ ہوتا مگر فن کے کمال نے تصویریں حرکت دے کر
اس بے جان جسم میں تڑپ پیدا کر دی اور سائنس کے کرشمہ سے کچھ
بعید نہیں کہ مہر سکوت بھی توڑ دی جائے اب تو حقوق سیاسی و ملی
تصویروں سے طلب کیے جاتے ہیں اور ان کا نظارہ موجودہ زندگی
کا جزو لاینفک بن گیا ہے خواہ سرمایہ برباد ہو زندگی کا عزیز ترین
وقت ضائع ہو مکر و فریب کی تعلیم حاصل ہو قتل و غارت کے طریقے یاد
ہوں مخلوط نشست میں زن و مرد دوش بدوش رہ کر عصمت فروشی
شروع ہو جائے برقی تیز روشنی سے تار نگاہ کمزور ہو مگر سینما کا جانا
ٹی وی کا گھر میں رہنا کسی طرح ترک نہیں ہو سکتا اور منع کرو تو کہا جائے
کہ پکچر سے سبق ملتا ہے وہ ایک صنعت ہے ایسے مخرب اخلاق اور
تہذیب سوز عادات و اطوار کو ملحوظ رکھ کر قرآن حکیم نے اس نظریہ
سے اپنے باخبر ہونے کا یوں ثبوت دیا اثمھما اکبر من نفعھما شراب
(وغیرہ) کی منفعت سے ایکے استعمال کا گناہ بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے
اسی طرح موجودہ ذوق سلیم کو اگر کوئی فائدہ چلتی پھرتی تصویروں
سے پہنچ بھی سکتا ہے تو اس کے نقصانات تو اُن سے کہیں زیادہ ہیں
اسلام افراط و تفریط (زیادتی اور کمی) کے درمیانی راستہ کا نام ہے
اس نے چاہا تھا کہ یہ بنا ہی قائم ہی نہ ہو اور تصویر سازی کی کھل کر
مخالفت کی اس وقت جبکہ دنیا میں صنم پرستی پھیلی ہوئی تھی ضرورت
یہی تھی کہ کوئی عمل ایسا نہ ہو جو بت سازی میں مدد دے چنانچہ
مجسمہ کا بنانا تو اسلام نے بالاتفاق حرام قرار دیدیا اور قلم کی تصویر
کو بھی علماء نے اپنے حزم و احتیاط سے اچھی نظر سے نہیں دیکھا

بعض اہل علم نے کیمرہ کی حقیقت معلوم کر کے فوٹو کی اجازت دی
اور انسان اپنی زندگی میں ایک یادگار چھوڑ جائے اس میں مدد بہم
پہنچی عکسی فوٹو ویج وڈ نے ۱۸۰۲ء میں رائج کیا پھر بھی ائمہ معصومین
اور بزرگانِ دین کی تصویر بنانے کو خصوصیت سے روکا اس لیے
کہ ہم اس دور میں نہیں ہیں جو ان کے اصلی خدوخال کی تصویر کشی
کریں ہمارا بنایا ہوا پیکر اوّل تو ہماری تجویز کے مطابق اور مصنوعی
ہوگا دوسرے نسبت کے سوا حقیقت سے اس کو کوئی تعلق نہ ہوگا
لہذا ان مقدس ہستیوں کے لیے خدا کو یہ بھی پسند نہ تھا کہ ان کے
جسم کا سایہ ہو ان کا پیکر ہم جیسے خطاکار انسان کے بنانے سے
معصوم کا عکس سامنے آئے۔ افسوس کی بات ہے

یہ نظریہ تو مذہب حنفیہ کا تھا جو مسلمانوں میں ایک حد تک
پھیلا لیکن یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ اسلام اپنے تمام حلقہ اثر کو
مذہب کے جادہ پر رکھنے میں کامیاب نہیں ہوا تو دوسرے
مذاہب کے ارادوں پر وہ کہاں پورا اتر سکتا تھا خاندانِ رسالت
اور اہل بیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین میں سب سے بلند و بالا ذات
جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ہے ان کے
جمال باکمال کے قلم کار فوٹو غیر مسلم حکومتوں نے حاصل کیں اور چار سو
برس تک تصویر علی کا وجود دنیا میں پایا گیا ظاہر ہے کہ کیمرہ کی ایجاد سے
اس وقت دنیا بے خبر تھی اور عکاسی کا قلم سے کام لیا جاتا تھا۔
یہ مصور اور صانع کی قابلیت تھی کہ اس نے تصویر میں اپنے کمالاتِ فن
کے جوہر دکھائے۔

اسلامی مولف ابن ابی الحدید معتزلی کے ہم شکر گذار ہیں اس نے شرح نہج البلاغہ میں پتہ دیا ہے کہ ممدوح کی تصویر کہاں کہاں ہے ان کے عربی الفاظ کا اردو ترجمہ یہ ہے۔ میں اس ذات والا صفات کے بارے میں کیا کہوں جس کو کافر ذمی تکذیب کے باوجود دوست رکھتے ہیں اور فلاسفہ مذہبی آدمیوں کے دشمن ہو کر اس کی عظمت کرتے ہیں اور فرنگ و روم کے بادشاہوں نے اس کی تصویر اپنے کلیسا اور عبادت خانوں میں بنائی عضد الدولہ دیلمی اور ان کے باپ رکن الدولہ کی تلوار پر حضرت علیؑ کی تصویر تھی اور ملک شاہ دوسرے بادشاہ کی سیف پر بھی علیؑ کا عکس تھا۔[۱]

ان کی تحقیق سے واضح ہوا کہ یورپ میں تصویر علیؑ موجود تھی انگریزوں کے عبادت خانہ اور روم میں کلیسا میں بھرپور احترام سے محفوظ کیا گیا ممکن ہے کہ اب بھی ہو مسلمانوں میں تین بادشاہوں کی تلوار پر تصویر تھی جن میں عضد الدولہ مشہور زماں روا ہے جس کا انتقال ۳۷۲ھ میں ہوا صاف ظاہر ہے کہ چوتھی صدی ہجری تک تصویر مولا کا وجود تھا اور امکان ہے کہ دنیا کے کسی میوزیم یا دار الآثار میں اب بھی تمثال شریف ہو۔

تاریخ سے جہاں تک راہنمائی ہوئی اس کو پیش کر دیا گیا اگر عقیدے کی دنیا میں اس مبارک تصویر کا پتہ پوچھا جائے تو بنی اسرائیل کے باب حطہ، تابوت سکینہ، فلک چہارم وغیرہ پر بھی

۱ؔ شفاء الصدور در الکروب ترجمہ حیات القلوب ج اول ص ۲۱۴
۲ؔ عرائس التیجان ثعلبی ص ۳۵ ارجح المطالب ص ۶۰۲ طبع لاہور قدیم۔

تصویر علیؑ لقب ہے یہ خود نادرت کا شاہکار ہے جہاں جواز و عدم جواز کا کوئی سوال نہیں

یادداشت مہاراجہ گوالیار کے قصر سلطنت میں حضرت امیرؑ کی خطی تصویر ہے جس کو دیکھ کر سول اور ملٹری کے افسران دنگ ہو جاتے ہیں۔

ہنگامی حالات میں کئی جنازوں کی ساتھ نماز غزوات میں مقتولین پر نماز جنازہ بیک وقت پڑھی جاتی رہی اور علیحدہ علیحدہ نماز کی ضرورت نہیں

مشرقی پاکستان سے آئے ہوئے ایک فاضل نے اپنے مشکلات کا اظہار کیا اور کہا کہ فسادات اور قتل عام کے موقع پر بعض میتوں کی نماز تو ہو سکی اور کتنے اموات بغیر نماز کے دفن ہو گئے اتنا وقت نہ تھا جو نمازیں پڑھی جاتیں۔ مجھے لاعلمی پر افسوس ہوا اور کہا کہ بیک وقت سب پر نماز ایک مرتبہ ہو سکتی تھی اور کافی تھی وبا و طاعون کے موقع پر امن کے زمانے میں ہمارے اجداد کے سامنے متعدد جنازے آئے اور ایک نماز کافی ہوتی فقہ جعفری میں اس کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) اگر دو جنازے ہوں دونوں مرد کے ہوں یا ایک مرد کا اور ایک عورت کا تو حسب معمول نماز پڑھے اور چوتھی تکبیر کے بعد یہ کہے اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَیْنِ عَبْدُکَ وَابْنَا عَبْدِکَ وَاَمَتِکَ نَزَلَا بِکَ وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْهُمَا اِلَّا خَیْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ

۱؎ جواہر سنیہ در احادیث قدسیہ طبع بمبئی صفحہ ۲۰۵ در رواج القرآن صفحہ ۲۵۶

بسرائرهما منا اللّٰهم ان کانا محسنین فزد فی احسانهما وان کانا مسیئین
فتجاوز عنهما واغفر لهما واجعلهما عندک فی اعلیٰ علیین واخلف علیٰ اهلهما فی
الغابرین وارحمهما برحمتک یا ارحم الراحمین ۔

(۲) اگر جنازے دو عورتوں کے ہوں تو بعد چوتھی تکبیر کے کہے
اللّٰهم انّ هاتین امتاک وابنتا عبدیک وابنتا امتیک وانت
خیر منزول به اللّٰهم انا لا نعلم منهما الا خیرا وانت اعلم
بسرائرهما منا اللّٰهم ان کانتا محسنتین فزد فی احسانهما
وان کانتا مسیئتین فتجاوز عنهما واغفر لهما واجعلهما عندک
فی اعلیٰ علیین واخلف علیٰ اهلهما فی الغابرین وارحمهما
برحمتک یا ارحم الراحمین ۔

(۳) اگر جنازہ کچھ مردوں کچھ عورتوں کے ہوں تو بعد چوتھی تکبیر کے
دعا کو صیغہ جمع مذکر سے پڑھے ۔ اللّٰهم ان هؤلاء عبیدک
وابناء عبیدک وامائک نزلوا بک وانت خیر منزول به
اللّٰهم انا لا نعلم منهم الا خیرا وانت اعلم بسرائرهم منا
اللّٰهم ان کانوا محسنین فزد فی احسانهم وان کانوا مسیئین فتجاوز
عنهم واغفر لهم واجعلهم عندک فی اعلیٰ علیین واخلف
علیٰ اهلهم فی الغابرین وارحمهم برحمتک یا ارحم الراحمین ۔

(۴) اگر سب جنازے عورتوں کے ہوں تو بعد چوتھی تکبیر کے
اس طرح سے پڑھے ۔ اللّٰهم ان هؤلاء امائک وبنات
عبیدک وامائک نزلن بک وانت خیر منزول به اللّٰهم
انا لا نعلم منهن الا خیرا وانت اعلم بسرائرهن منا اللّٰهم
ان کن محسنات فزد فی احسانهن وان کن مسیئات فتجاوز

عَنْهُنَّ وَاغْفِرْ لَهُنَّ وَاجْعَلْهُنَّ عِنْدَکَ فِی اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ وَا خْلُفْ عَلٰی اَھْلِھِنَّ فِی الْغَابِرِیْنَ وَارْحَمْهُنَّ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔ تحفۃ المومنین ص ۱۷ طبع سرفراز قومی پریس ہو۔) ہمارے مقتولین میں اسی طرح نماز میت ہوتی رہی

---

۱۲ بارھویں صدی کے ذاکر

جنہوں نے شیعی دنیا میں خطابت کی

بنیاد قائم کی تصانیف اشاعت کریں گے

سوانح زینب کبریٰ

کا انتظار کیجیے

چند حقیقت افروز نصائح اور حکیمانہ ملفوظات

(۱) الدنیا والاخرۃ کالمشرق والمغرب ان قربت من احدھما بعدت من الاخر۔ دنیا و آخرت مشرق و مغرب کی طرح ہے اگر انسان پورب سے قریب ہوتا ہے تو پچھاں دور ہو جاتی ہے اور پچھم سے نزدیک ہوتا ہے تو پورب دور ہو جاتا ہے مراد یہ ہے کہ تحصیل دنیا کے بعد آخرت کی حصولیابی ممکن نہیں عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ زر، زمین، زن کا خواہاں یکا طالب دنیا ہے، لیکن اگر کوئی دولت اس لئے حاصل کرتا ہے کہ خلق خدا کو فائدہ پہنچائے حقوق خدا و عباد ادا کرے امور خیر انجام دے اور زمین حاصل ہونے پر جھونپڑی میں رہنے والے کو مکان دے اور مسافروں کی قیامگاہ بنوائے وغیرہ وغیرہ اور زن اس لیے حاصل کرے کہ اولاد اس کی راہ خدا میں جہاد کرے تو یہ تحصیل دنیا نہیں عین تحصیل دین ہے

(۲)۔ الدنیا والاخرۃ ضرتان متی ارضیت احدھما اسخطت الاخری ثم قال بل اختان ولا یمکن الجمع بین الاختین، دنیا و آخرت کی مثال دو سوتنیں ہیں اگر مرد ایک کو راضی رکھتا ہے تو دوسری جل جاتی بگڑتی ہے اور دوسری کو مناتا ہے تو پہلی خفا ہوتی ہے دپھر فرمایا بلکہ دنیا و آخرت دو بہنیں ہیں جن کو بیک وقت نکاح میں نہیں لا سکتے اور جمع بین الاختین جائز نہیں۔ وہ لوگ جو دینی لباس میں دنیا

کی طرف بڑھتے ہیں ان کو بتایا جا رہا ہے کہ ایک مرکز پر رہ ہو دین و دنیا دونوں حاصل کرنا ممکن نہیں۔

(۳) البخیل یتعجل الفقر لنفسہ یعیش فی الدنیا عیش الفقراء و یحاسب فی الآخرۃ حساب الاغنیا۔ کنجوس محتاجوں کی ایسی زندگی بسر کرکے اپنے تئیں فقیر بنا لیتا ہے مگر آخرت میں اس کو تونگروں کا ایسا حساب دینا پڑتا ہے حقوق عباد نہ ادا کرنے اور عیال کو اس ثروت سے جو جائز فائدے پہنچ سکتے ہیں محروم کرنے کی بازپرس میں اتنا ہی وقت صرف ہونا چاہیے جو اس دولت کے خرچ کرنے میں صرف ہوتا لہٰذا کنجوس کو موقت حساب میں رقم نہ صرف کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔

(۴) عاتب اخاک بالاحسان الیہ واردد شرہ بالافضال علیہ اگر غصہ کی نوبت آئے تو اپنے بھائی پر عتاب کی جگہ احسان کرو اور اگر اس کے شر سے بچنا چاہو تو اس کو اتنا دو کہ دشمنی جاتی رہے۔

(۵) الاخ رقعۃ فی ثوبک فانظر بما ترقعہ بھائی تمہارا پیوند قبا ہے تو اب اس پیوند کو نظر انداز نہ کرنا باہمی اختلافات کا یہ حل اور بھائیوں میں مفسدہ و فساد و جھگڑوں کے استیصال کی تعلیم ہے اتحاد پردہ پوشش ہے۔

یہ وہ نصیحتیں ہیں جن کا شیعہ مؤلفین نے تو تذکرہ نہیں کیا فاضل وطواط نے غرر الخصائص الواضحہ میں نقل کیا ہے۔

(۶) جب بھی کسی عالم کو دیکھو تو اس کے خادم بن جاؤ۔

لہ غرر الحکم سے انساخہ نقل کئے جا رہے ہیں۔

(۷) جب مظلوم کو دیکھو تو اس کو ظالم کے شر سے بچاؤ۔
(۸) اگر تم بولنے والے عالم نہیں ہو تو سننے والے اور یاد رکھنے والے ہی ہو جاؤ۔
(۹) خدا جب کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اس کو سکون اور حلم سے سج دیتا ہے۔
(۱۰) جب تم سوچ سمجھ کر کام کروگے تو تمہارا مستقبل بہتر ہوگا۔
(۱۱) جب خدا کسی بندہ کی اچھائی کا ارادہ کرتا ہے تو کم کھانے اور کم بولنے اور کم سونے کا جذبہ اس کے دل میں پیدا کرتا ہے۔
(۱۲) جب حکمران کی نیت بدلتی ہے تو زمانہ فاسد ہو جاتا ہے۔
(۱۳) اطاعت شعاری کے کم ہوتے ہی گناہ بڑھتے ہیں۔
(۱۴) جب پست طبقہ کو حکومت ملتی ہے تو افاضل (پڑھے لکھے لوگ) ہلاک ہو جاتے ہیں۔
(۱۵) گناہ جب سرزد ہو تو اس پر نادم ہو۔
(۱۶) جب تم میں کوئی شخص نماز پڑھنے کھڑا ہو تو دنیا اور زندگانی دنیا کو ناپائیدار سمجھتے ہوئے اس طرح نماز ادا کرے جیسے نماز کو رخصت کرتے ہیں۔
(۱۷) خدا جب کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو سچ بولنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔
(۱۸) تم میں جب کوئی چاہے کہ خدا سے مانگے وہ مل جائے تو

لوگوں سے قطع امید کرکے صرف خدا سے لو لگائے۔

(۱۹) جب دنیا کی کوئی چیز تم سے فوت ہو جائے تو رنج نہ کرو

(۲۰) جب کوئی تحریر لکھو تو ختم کرنے سے پہلے ایک نظر دوبارہ کرو۔

(۲۱) عاقل جب جوان ہوتا ہے تو اس کی عقل بھی جوان ہوتی ہے اور جب جاہل جوان ہوتا ہے تو اس کی جہالت بھی جوان ہوتی ہے۔

(۲۲) تین باتیں علم حلم و عقل جس شخص میں ہوں وہ کامل الایمان ہے۔

(۲۳) تین چیزیں انسان کو ہلاک کر دینے والی ہیں عورتوں کی اطاعت اور غصہ کی پیروی اور خواہش نفس کی متابعت۔

(۲۴) تین چیزوں سے شرم نہ کرنا چاہیئے مہمان کی خدمت اور باپ اور استاد کے لیئے جگہ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہونا اور حق کا مطالبہ خواہ وہ کتنا ہی کم ہو۔

(۲۵) تین باتیں بہشت کے خزانوں میں سے ہیں مصیبت اور صدقہ (خیرات) اور بیماری کو چھپانا۔

(۲۶) سب سے بڑا امتحان ۳ چیزیں ہیں عیال کی کثرت اور قرضداری اور طول مرض۔

(۲۷) تین چیزیں بھیجنے والے کی عقل پر دلالت کرتی ہیں ایلچی، خط، ہدیہ۔

(۲۸) تین چیزیں (تن بدن میں) آگ لگا دیتی ہیں دولت کے بعد

تنگدستی اور عزت کے بعد ذلت اور دوستوں کا نہ ہونا۔

بحمدہ سوانح حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب ختم کرتے ہوئے ضروری گذارش یہ ہے کہ اس سلسلہ میں صرف حضرت امام حسین کا حال کتابی صورت میں رہ جاتا ہے اگر زندگی نے وفا نہ کی تو حسینیت پر میرے ۲۶۷ مقالات طبع ہو چکے ہیں افراد قوم میں جو چاہے وہ سیرت ترتیب دے سکتا ہے والسلام۔

آغا مہدی الرضوی

۱۲ رجمادی الاخر

۱۳۹۴ھ

سوانح حیات حضرت زینب زیر طبع

ابوسفیان نے تین پشت کی جدوجہد اور ہندہ جگر خوار کی ایڑی چوٹی کا زور لگانے پر جو ناقابل تسخیر قلعہ شام میں بنایا تھا اس کو خیبر کشا کی بیٹی ام المصائب شریکۃ الحسین نے اپنے زلزلہ افگن خطبات سے ڈھا دیا اور اینٹ سے اینٹ بجادی یزیدیت کا پرچار کرنے والے وہاں کا ملبہ اب تک اٹھا رہے ہیں صدیقہ طاہرہ کی قابل فخر بیٹی نے عورت ہوکر مظلومیت کو اتنا بلند کیا کہ اب تا قیامت ان کے خلاف ظالم سر نہیں اٹھا سکتا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ادارہ کی یہ مایہ ناز کتاب جو سرمایہ عربی فارسی نثر کی مقاتل اور تاریخوں میں تھا اردو داں اس کے مطالعہ سے محروم تھے ان کو یکجا کر کے زیر طبع ہے اور انشاء اللہ ثانی زہرا کی ذات پر بہت بڑا ذخیرہ جلد سامنے آتا ہے جسکے مطالعہ سے آجکل کے بھائی بہنوں کو وفا اور محبت کا فراموش شدہ سبق یاد آئیگا اور مطالعہ سے ماں کی عطوفت، بی بی کا زیور طاعت بہن کی چاہت پھوپھی کی سرپرستی پر چلتی پھرتی تصویریں آپ دیکھ سکیں گے کاغذ کا قحط اسباب طباعت کی گرانی میں چھوٹے حضرت کی سوانح العبد الصالح خرید کر آپنے جو ہمت افزائی کی اب انکی مخدومہ بڑی بہن کی شاندار یادگار کا خیر مقدم کیجیے وہ تضاد بردرج ہونگے جو ابھی تک پریس میں نہیں آئے۔

سکریٹری جمعیت خدام عزا النجف اے ۲۷/۱۳ رحیم آباد فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۸

فہرست موجودہ کتب

(۱) سوانح حضرت عباسؑ دلاور موسوم بہ "العبد الصالح" معلومات کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، علمدار حسینی کی پیدائش سے آخر تک مکمل حالات، روضہ کی تعمیر، دلیری، بہادری، گزشتہ دوران جنگ کاغذ کے قحط میں چھپ کر تیار ہوئی۔ رنگین بلاک اور تصاویر۔ فی جلد سات روپیہ مع محصول ڈاک۔

(۲) سوانح حضرت قاسم بن حسنؑ عباثر الانوار کی چھ جلدوں کا مختصر خاکہ، پچاس پیسہ

(۳) سوانح عونؑ طبع چہارم، ایک روپیہ

(۴) سوانح ہلال بن نافع طبع دوم، ایک روپیہ

(۵) سوانح بریر ہمدانی، ایک روپیہ

(۶) سوانح یزید بن زیاد کندی از جملہ شہدائے کربلا طبع دوم، ایک روپیہ

(۷) سوانح حبیب بن مظاہر اسدی بہتر اڈیشن شہدائے کربلا ایک نادار عزادار کے گھر پر، دو روپیہ

(۸) ڈاڑھی، قرآن اور حدیث کی روشنی میں، ۲۵ پیسہ

(۹) سوانح عابس شاکری واقعہ کربلا کا ایک نڈر مجاہد، ایک روپیہ

(۱۰) احسن الحدیث - ذاکر بنانے والی کتاب چودہ مجلسیں بلند پایہ فضائل علمی نکات، گریہ خیز ذاکری - دو روپیہ پچاس پیسہ

(۱۱) براق نبویؐ عقلی و تاریخی حیثیت سے، پچیس پیسہ

(۱۲) لال شہباز قلندر علیہ الرحمہ - سندھ میں مذہب اہل بیت کی بنیاد
(۱۳) اولیاء اللہ کے حالات، ادارہ کی نئی پیشکش دو جلدوں میں - دو روپیہ پچاس پیسہ

(۱۴) جو علمار کرام روحانی قیادت میں اس قدر ممتاز تھے کہ پورے ملک کے بیشتر اہل علم ان کے چشمۂ کمال کے جرعہ نوش ہیں ان میں برصغیر کے پہلے مجتہد غفراں مآب رحمۃ کی سوانح حیات۔ پچاس پیسہ

(۱۵) تاریخ سلطان العلماء غفراں مآب کے خلف اکبر نے اودھ میں کیونکر مذہب کی بنیاد کو مستحکم کیا، عیسائیوں سے ان کے مناظرے وعظ کے خطابات تحقیقات۔ ذاکرین و واعظین کے لیے عظیم تعاون، عہد نوابی اور شاہی کے علما کے رنگین فوٹو۔ چار روپے

(۱۶) سوانح فردوس مکان سید محمد ابراہیم مجتہد لکھنؤ کی کرنل نیو بری کے روبرو اثبات امامت میں عظیم جدوجہد اور اذان کا مقدمہ ان کے احتجاج کے موافق فیصلہ ہونا، پچاس پیسہ

(۱۷) الزہرا، معصومۂ کونین کی سوانح حیات، دو روپیہ

(۱۸) سوانح شاہزادی زیب النساء دختر عالمگیر بادشاہ، ایک روپیہ

مؤدبانہ گذارش

حال ہی میں اطلاع ملی ہے کہ نایاب جہاں بنتِ شیر علی خاں مرحوم (رئیس دریا آباد - الہ آباد انڈیا) کا انتقال ہو گیا ہے - اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے - آمین

مذہبی لٹریچر کی مفت تقسیم صدقہ جاریہ ہے - چہاردہ معصومین کی مختصر سوانح کے سلسلے کی گیارہویں کتاب پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں - اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے میں اس ناچیز سعی کو قبول فرمائے اور مرحومہ کے درجات بلند کرے آمین

آپ سے بصد ادب درخواست ہے کہ ایک مرتبہ سورہ حمد (الحمد شریف) تین مرتبہ سورہ اخلاص (قل ہو اللہ شریف) پڑھ کر اس کا ثواب نایاب جہاں بنتِ شیر علی خاں مرحوم کو ایصال فرما دیں - شکریہ

احقر العالمین

زین العابدین